اِنَّ الفضل بید اللّٰہ یؤتیہ من یشاء * عسیٰ ان یبعثک ربک مقاماً محموداً

تار کا پتہ الفضل قادیان

رجسٹرڈ ایل ۵۱۸۵

الفضل قادیان

ہفتہ میں تین بار

ایڈیٹر:- غلام نبی

فی پرچہ ۱ر

The ALFAZL QADIAN.

قیمت سالانہ پیشگی اندرون ہند ۱۰ ے

قیمت سالانہ پیشگی بیرون ہند ۱۳ ے

نمبر ۹۷	مؤرخہ ۱۴ فروری ۱۹۳۲ء	یوم یکشنبہ	مطابق ۶ شوال ۱۳۵۰ھ	جلد ۱۹

مدینۃ المسیح

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ کو دو روز سے صبح کے وقت اسہال کی شکایت ہو جاتی رہی۔ احباب دعائے صحت فرمائیں:۔

سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ اور سیدہ امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ مالیر کوٹلہ سے تشریف لائیں:۔

۱۱۔ فروری حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ نے مولوی جلال الدین صاحب کو دعوتِ طعام دی۔ جس میں بعض اور اصحاب کو بھی مدعو فرمایا۔

۱۲ فروری۔ نماز جمعہ پڑھانے کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ نے معاملات کشمیر کے سلسلہ میں لاہور تشریف لے گئے۔ اور اپنے بعد مولانا مولوی شیر علی صاحب کو مقامی جماعت کا امیر مقرر فرمایا۔:

مسلمانانِ کشمیر کی طرف سے آل انڈیا کشمیر کمیٹی کی خدمات کا اعتراف

صدر کمیٹی کی طرف سے تسلی آمیز جواب

صدر آل انڈیا کشمیر کمیٹی کو مسلمانان کشمیر کی طرف سے حسب ذیل برقی پیغام موصول ہؤا ہے:۔

براہ مہربانی مظلوم کشمیری مسلمانوں کی طرف سے عید الفطر کی دلی مبارکباد قبول فرمائیں۔ ہم کشمیر کمیٹی کے ارکان کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتے۔ اور ان کی بیش قیمت امداد پر اپنی طرف سے مخلصانہ ہدیۂ تشکر پیش کرتے ہیں۔ انہوں نے ہمارے معاملہ میں گہری دلچسپی لی۔ اور پوری ہمدردی کا ثبوت دیا:

اس کے جواب میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز نے بحیثیت صدر آل انڈیا کشمیر کمیٹی حسب ذیل برقی پیغام ارسال فرمایا:۔

مہربانی کر کے کشمیری مسلمانوں کو کشمیر کمیٹی کی خدمات کے اعتراف پر ہمارا مخلصانہ تحفۂ تشکر پہنچا دیں۔ اور انہیں ہماری پوری پوری ہمدردی اور ہر قسم کی ممکن حمایت و تائید کا یقین دلائیں۔ امید ہے۔ کہ وہ پُر امن رہیں گے۔ اور انتہائی اشتعال کی صورت میں بھی بدامنی سے محترز رہیں گے:

”الفضل“ کی بانیخیر خدمات کا اعتراف

سری نگر ۹ر فروری۔ مفتی جلال الدین صاحب سری نگر سے حسب ذیل تار بنام الفضل ارسال فرماتے ہیں:۔

براہ مہربانی کشمیر کے مظلوم مسلمانوں کی طرف سے عید کی دلی مبارکباد قبول فرمائیے۔ مسلمانانِ کشمیر اس ہمدردانہ امداد کا جو آپ نے ہمیں دی۔ اور اس گہری دلچسپی کا جو آپ نے ہمارے معاملہ میں لی تہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں:

لجنہ اماء اللہ قادیان کی دعوتِ چائے

مولوی جلال الدین صاحب کے اعزاز میں

۱۰ - فروری لجنہ اماء اللہ قادیان نے مولوی جلال الدین صاحب شمس کی کامیاب واپسی کی خوشی میں دعوتِ چائے دی - اور ایڈریس پیش کیا - جس میں مولوی صاحب کی دینی خدمات کا اعتراف کیا گیا - مولوی صاحب نے عزت افزائی کا شکریہ ادا کرتے ہوئے خواتین سے بچوں کی اعلےٰ تربیت کرنے - اور بیرونی ممالک کی عورتوں میں تبلیغ اسلام میں حصہ لینے کی درخواست کی - اس موقعہ پر وقت کی تنگی کی وجہ سے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ نے چند الفاظ فرمائے - جو درج ذیل کئے جاتے ہیں :-

فرمایا - چونکہ نماز کا وقت قریب ہے - اور اس دعوت میں شامل ہونے والوں نے وضو کرنا ہوگا - اس لئے میں دعا پر اس جلسہ کو ختم کرتا ہوں - مولوی جلال الدین صاحب کو شام سے واپسی پر کشمیر کا کام سپرد کیا گیا ہے - اور میں سمجھتا ہوں - خدا تعالےٰ کی یہ بہت بڑی عنایت ہے - کہ ہمارے کام کرنے والے لوگ کام سے تھکتے نہیں - ایک شخص جو چھ سال کا لمبا عرصہ اپنے وطن سے دور سمندر پار رہا ہو - وہ امید کر سکتا ہے - کہ واپسی پر اسے اپنے رشتہ داروں کے پاس رہنے اور آرام کرنے کا موقعہ دیا جائے - مگر یہ مردوں - اور عورتوں کے لئے تعجب کی بات ہوگی - کہ مولوی صاحب جب سے آئے ہیں - کل صرف چند گھنٹے کے لئے اپنے وطن گئے - کیونکہ آتے ہی انہیں کام پر لگا دیا گیا - ممبرات لجنہ اور دوسرے دوست دعا کریں کہ خدا تعالےٰ ان کے اخلاص میں برکت دے - اور جس کام پر انہیں لگایا گیا ہے - اور جو تک اور دین اور مسلمانوں کے فائدہ کا کام ہے اس کے کرنے کی توفیق بخشے :-

چودہری شمشاد علیخان صاحب کی وفات کے متعلق جماعت احمدیہ رنگون کا تار

رنگون ۱۱ - فروری - ایم عبد القادر صاحب کٹی پریزیڈنٹ احمدیہ انجمن رنگون بذریعہ تار مطلع فرماتے ہیں :-

عید الفطر کے دن جماعت احمدیہ رنگون نے چودہری شمشاد علیخان صاحب مرحوم کی وفات کے حادثہ پر گہرے رنج اور افسوس کا اظہار کیا - اور نماز جنازہ پڑھکر ان کے لئے ترقی درجات کی دعا کی گئی - ہماری درخواست ہے - کہ اخبار کے ذریعہ مرحوم کے ستم رسیدہ خاندان کو ہمارا پیغام تعزیت پہونچا دیا جائے :-

مسلمانانِ قصبہ بھمبر خطرہ میں

آل انڈیا کشمیر کمیٹی اور ینگ مینز مسلم ایسوسی ایشن جموں سے التماس

ضلع میرپور کے ہندوؤں - نے جو امن سوز اور مذموم پراپیگنڈا ہندو اخبارات کے ذریعہ سے شروع کر رکھا ہے - اس میں یہ بتایا جاتا ہے - کہ گویا اس علاقہ کے مسلمان ظالم اور سفاک ہیں - حالانکہ ان غریبوں پر اتنے مظالم توڑے جا رہے ہیں - جن کی تفصیل اخبارات کے کالموں میں نہیں سما سکتی - ہر طرح سے مسلمانوں کو اکسایا جا رہا ہے اور عمّالِ ریاست جوش دلانے کے لئے نت نئے طریقے اختیار کر رہے ہیں - اس وقت میں قصبہ بھمبر کے چند واقعات بیان کرتا ہوں - جن سے اخبار بین حضرات اندازہ لگا سکتے ہیں - کہ مسلمان مظلوموں کے ساتھ ہنود اور عمّالِ ریاست کیا کچھ کر رہے ہیں -

قدیم سے قصبہ بھمبر میں نمازِ جمعہ ادا کی جا رہی ہے - اور گردو نواح سے مسلمان آتے - اور فریضۂ جمعہ ادا کر کے واپس چلے جاتے ہیں - لیکن اب ہمارے ہندو بھائیوں کو مسلمانوں کا فریضۂ جمعہ ادا کرنا بھی ایک آنکھ نہیں بھاتا - اس لئے ہزار حیلے کر کے قصبہ ہذا میں فریضۂ جمعہ کی بندش کرانا چاہتے ہیں - چنانچہ اسی مقصد کے ماتحت کچھ عرصہ سے یہ لوگ جمعہ کے روز اپنی دوکانیں بند کر کے شور مچاتے ہیں - کہ مسلمان ہمیں لوٹنے آ رہے ہیں - جب اس حیلہ کو کارگر نہ پایا - تو یہ شرارت شروع کی - کہ مسلمانوں کو فساد پر آمادہ کیا جائے - اس کے لئے گزشتہ جمعہ کو یہاں کے ہندوؤں اور کھتریوں نے چندہ جمع کر کے دیوی ٹبالہ کے ہندوؤں کو مسلمانوں سے مقابلہ کرنے کے لئے بلایا - جب مسلمان نماز سے فارغ ہوئے - تو ہندوؤں نے حسبِ معمول شور مچانا شروع کر دیا - مگر مسلمان معززین نے کمال دور اندیشی اور امن پسندانہ طریق سے اس فتنہ کو روکا - اسی طرح بھمبر کے ہندو سرکاری علاقہ میں جا کر ہندوؤں کو مسلمانوں کے خلاف اکساتے ہیں - اور غریب و مصیبت زدہ مسلمانوں کو تباہ و برباد کرنے کی دھمکیاں دے رہے ہیں - انہی واقعات کو مدنظر رکھ کر مسلمانوں نے شہر کو بالکل خالی کر دیا ہے - صرف چند تجارت پیشہ مسلمان شہر میں موجود ہیں اگر چندے یہی حالت رہی - تو وہ بھی یہاں سے نکل جائیں گے :-

غضب ہے - کہ حکومت ہندوؤں کی ان امن سوز کارروائیوں کو دیکھتی ہوئی بھی ٹس سے مس نہیں ہوتی - بلکہ جہاں تک ممکن ہو - آتشِ فساد کو بھڑکانے میں ہندوؤں کا ساتھ دے رہی ہے - یہاں کے مجسٹریٹ صاحب کا مسلمانوں کے ساتھ جو رویہ ہے - وہ مسلمانوں کے لئے قطعاً ناقابلِ برداشت ہے - تقریباً پندرہ دن کا عرصہ ہوا - کہ ایک سادھو صاحب جو دس سال سے بھمبر اور اس کے نواح میں رہتے ہیں - مسلمان ہو گئے - ہندوؤں کو ان کا مسلمان ہونا پسند نہ آیا - فوراً جھوٹی درخواستیں دے کر اسے ڈاکوؤں کے ضمن میں گرفتار کرا دیا - وہ غریب صرف مسلمان ہونے کی وجہ سے آج چار دن سے حوالات میں محبوس ہے - اس بات سے مسلمانانِ علاقہ میں بہت جوش پھیل رہا ہے - اور وہ بار بار وفود کی صورت میں مجسٹریٹ صاحب سے درخواست کر رہے ہیں - کہ یہ شخص دس سال سے اس علاقہ میں رہتا ہے - آج تک کبھی اس کے متعلق اس قسم کی شکایت نہیں ہوئی - اب صرف مسلمان ہونے کی وجہ سے اسے گرفتار کر لیا گیا ہے - اس لئے اسے چھوڑ دیا جائے - یہ سارے علاقہ کے مسلمانوں کی استدعا ہے - جسے مجسٹریٹ صاحب اپنے حقارت سے ٹھکرا کر علاقہ میں بد امنی پھیلانا چاہتے ہیں :-

ڈوگرہ فوج بھی مسلمانوں کے حق میں بلائے بے درماں سے کم نہیں فوجی ڈوگرے جہاں کسی مسلمان کو پاتے ہیں - کچھ نہ کچھ بہانہ بنا کر مار پیٹ کرتے ہیں - کل ایک فقیر گھی کا پیپا لے کر شہر کو آ رہا تھا - ڈوگرہ فوجیوں نے صوبیدار کے حکم سے اس کا پیپا چھین لیا - اور اسے مار مار کر بیہوش کر دیا - لیکن اس سے بھی صوبیدار صاحب کا غصہ کم نہ ہوا - ایک سپاہی کو حکم دیا - کہ اس کے منہ میں پیشاب کرو - آس پاس کے مسلمانوں نے اس وحشیانہ اور ناشائستہ حرکت پر زبانی احتجاج کیا جس کی وجہ سے وہ بھی موردِ عتاب ہوئے - اور غریب شہاب الدین ساکن لدرہ کا بازو توڑ دیا گیا - جب معززینِ شہر کو اس بے آئینی کا علم ہوا - تو وہ فقیر مذکور کو لے کر مجسٹریٹ کے پاس گئے - مگر انہوں نے درخواست لینے سے انکار کر دیا - اور معززین کے ساتھ بہت ہی سختی کے ساتھ پیش آئے آخر بصد منت مجسٹریٹ صاحب نے درخواست لیکر کاغذات میں رکھ لی - دیکھئے نتیجہ کیا نکلتا ہے

یہ واقعات ہیں - جو روزمرہ ہم غریبوں کے ساتھ پیش آ رہے ہیں - ہم ینگ مینز مسلم ایسوسی ایشن جموں اور آل انڈیا کشمیر کمیٹی کی خدمت میں مؤدبانہ گزارش کرتے ہیں - کہ وہ فوراً ضروری تحفظات کے اسباب پیدا کریں - ورنہ یہاں ایک مسلمان بھی نہیں رہ سکتا :-

(نامہ نگار از بھمبر)

بسم اللہ الرحمن الرحیم
الفضل
نمبر ۹۷ | قادیان دارالامان مورخہ ۱۴ فروری ۱۹۳۲ء | جلد ۱۹

ریاست جموں و کشمیر کے موجودہ فسادات کے متعلق اہم انکشافات

آل انڈیا کشمیر کمیٹی کی قیام امن کی کوششوں کے مقابلہ میں ریاست کی فتنہ انگیزیاں

(از جناب سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب)

"الفضل" کی اشاعت مورخہ ۲۶ جنوری میں میرے سفر جموں اور میرپور کے حالات اور تازہ واقعات پر ایک تبصرہ شائع ہو چکا ہے اس سفر کی روئداد کا ایک حصہ ایسا بھی تھا۔ جسے میں نے حسن ظنی سے کام لیتے ہوئے بطور ایک راز کے مخفی رکھا تھا۔ مگر اب جبکہ میں پھر اس علاقہ کے حالات کا مشاہدہ کر کے واپس آیا ہوں۔ اس راز کا انکشاف کرنے پر مجبور ہوا ہوں۔ تا پبلک اس سیاسی کھیل سے آگاہ ہو جائے۔ جو میرپور ریاسی، کوٹلی، راجوری کے المناک حادثات کے پس پردہ کھیلا جا رہا ہے

وزیر اعظم کا پیغام

سابقہ سفر کے خاتمہ پر جب میں نے وزیر اعظم صاحب ریاست جموں و کشمیر سے دوسری ملاقات کی۔ تو اس میں انہوں نے اس خواہش کا اظہار فرمایا۔ کہ جناب پریذیڈنٹ صاحب آل انڈیا کشمیر کمیٹی سول نافرمانی کے بند کرنے میں ریاست کی مدد کریں۔ میں نے وزیر صاحب موصوف کی اس خواہش کے اظہار کے متعلق پوری حسن ظنی سے کام لیتے ہوئے جناب پریذیڈنٹ صاحب کو ان کا پیغام پہنچا دیا۔ جس پر آپ نے ایک وفد جس میں مولانا عبدالرحیم صاحب درد ایم اے سکرٹری آل انڈیا کشمیر کمیٹی۔ حافظ حاجی مولانا محمد اسماعیل صاحب غزنوی شامل تھے۔ کو اس غرض کے لئے جموں بھیجا۔ اور مجھے بھی ہدایت فرمائی کہ میں بھی ان کے ساتھ جاؤں۔ اور ان کی مہم کو کامیاب بنانے میں مدد دوں۔ اس وفد میں وزیر اعظم صاحب سے تعلق رکھنے والے ایک دوست بھی شامل تھے۔ یہ اس سفر کا ایک اہم حصہ تھا۔ جسے میں نے پوشیدہ رکھا

خطرہ کی قبل از وقت اطلاع

اس کے ساتھ ایک اور بھی راز کی بات تھی۔ جس کا اظہار بذریعہ تحریر میں نے مسٹر لاتھر انسپکٹر جنرل پولیس جموں کے پاس کر دیا تھا۔ اس خط کی نقل سکرٹری صاحب آل انڈیا کشمیر کمیٹی کے پاس محفوظ ہے جس کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ ہندو سازشیں کر رہے ہیں۔ تاکہ فسادات کی آگ کو اور بھڑکائیں۔ اور مجھے ڈر ہے۔ کہ آپ جیسے نیک دل افسر ان کی سازشوں کا شکار نہ ہو جائیں۔ اس کی نقل ریزیڈنٹ صاحب کو بھی بھجوا دی گئی تھی۔ یہ خط پرائیویٹ تھا اور اس کا لب و لہجہ ہمدردانہ۔ درحقیقت مجھے جموں اور میرپور جا کر کچھ ایسی باتوں کے معلوم کرنے اور ایسے حالات دیکھنے کا موقعہ ملا۔ کہ جن سے میرے ذہن پر ہندوؤں کی وسیع سازش کے متعلق گہرا اثر ہوا۔ اور میں نے از خود نہ صرف زبانی ہی بلکہ تحریراً بھی مسٹر لاتھر اور ریذیڈنٹ صاحب کو موجودہ واقعات کے رونما ہونے سے دس دن قبل آگاہ کر دیا تھا۔ کہ ان سازشوں کا دائرہ وسیع ہونے کو ہے۔ اور یہ بات ہماری ان کوششوں میں سد راہ ہو گی۔ جن کی سول نافرمانی کی روک تھام کرنے کے لئے ہم سے توقع کی جاتی ہے۔

وزیر اعظم صاحب کا مذکورہ بالا پیغام لے کر اور اپنا یہ پیغام ریاست کے ذمہ دار برطانوی افسروں کو دے کر جناب پریذیڈنٹ صاحب آل انڈیا کشمیر کی خدمت میں ہدایات لینے کے لئے پہنچا۔ جس پر مشار الیہ وفد تجویز کیا گیا۔ اس وفد نے ۲۲ جنوری ۱۹۳۲ء کو جموں پہنچ کر اپنا کام پوری دیانت داری۔ اور سرگرمی کے ساتھ شروع کر دیا اور جس طرح ہم یہ کوشش کر رہے تھے۔ کہ پبلک کے بھڑکے ہوئے جذبات میں سکون پیدا ہو جائے۔ اور ان کے مطالبات معقول دائرہ جدوجہد میں محدود رہیں۔ اسی طرح ہم حکام ریاست خصوصاً وزیر اعظم صاحب سے بھی یہ توقع کر رہے تھے۔ کہ وہ بھی ہماری اس کوشش میں مناسب اور مفید رویہ اختیار کر کے ہمیں مدد دیں گے۔ کیونکہ یہ بدیہی بات ہے۔ کہ جب انسان فساد مٹانے کی سچی خواہش رکھتا ہے۔ اور دوسری جانب سے بھی سچی آمادگی ہوتی ہے۔ تو اس وقت کسی طریق سے کوئی ایسا امر ظاہر ہونا۔ جو فریق ثانی کے جذبات کو اور زیادہ مشتعل کر دے۔ نہایت مضر ہوتا ہے۔ ایسے وقت میں سچی خواہش کا مظاہرہ تو اس قسم کی باتوں سے ہوا کرتا ہے۔ جو آگ کو بجھاتی ہیں۔ نہ ایسی باتوں سے جو اور بھڑکائیں۔ اسی اصل کے ماتحت وزیر اعظم جناب ہری کشن کول صاحب کے ساتھ ہماری گفت و شنید ابتداء میں بذریعہ وزیر اعظم صاحب کے ایک معتبر سے ہوئی۔ جن کے تعلقات آنجناب کے ساتھ خاندانی نوعیت کے ہیں۔ یہ گفت و شنید بظاہر امید افزا تھی۔ اور ہم دوسری طرف اسی وقت پبلک کے نمائندوں کے ساتھ بھی جموں اور میرپور میں گفتگو کر رہے تھے۔ ۲۴ جنوری کو ہم نے مشورہ کیا۔ کہ اب حالت ایسی ہے۔ کہ ہم خود جا کر وزیر اعظم صاحب سے موثق طریق پر گفتگو کر کے پوری تسلی کر لیں۔ ان سے فارغ ہونے کے بعد جیسا کہ قاعدہ ہے۔ کہ ممبر اپنے اپنے تاثرات کا اظہار کر کے تبادلۂ خیالات کرنے کے بعد کوئی رائے قائم کرتے ہیں۔ میں نے کہا۔ کہ مجھ پر یہ اثر ہے کہ وزیر اعظم صاحب تو ہم پر پس پردہ ہنس رہے ہیں۔ اور ہماری ان کوششوں سے بالکل مستغنی معلوم ہوتے ہیں۔ دیگر ممبروں نے اس پر اتفاق کرتے ہوئے فیصلہ یہی کیا۔ کہ وزیر اعظم صاحب کی ظاہری خواہش کے مطابق ہمیں اپنی کوششیں جاری رکھنی چاہئیں۔ جو پوری اخلاص سے جاری رکھی گئیں ٭

ریاست کا نامناسب رویہ

لیکن ہمارے تعجب کی کوئی انتہا نہ رہی۔ جب وزیر اعظم صاحب کی طرف سے ہماری موجودگی میں گورنر کشمیر کو ٹیلیفون پر مفتی ضیاء الدین صاحب کو کشمیر سے نکالے جانے کے متعلق احکام جاری ہونے لگے۔ اتفاق سے عین اسی وقت جناب پریذیڈنٹ صاحب آل انڈیا کشمیر کمیٹی کا تار بنام مولانا درد صاحب پہنچا۔ کہ کشمیر سے خبر پہنچی ہے۔ کہ مفتی ضیاء الدین صاحب کو حدود کشمیر سے نکالا جائے گا۔ ریاست کا یہ رویہ ایسے وقت میں جبکہ کشمیر میں فضا پر امن ہے۔ اور میرپور کی فضاء کو پر امن بنانے کی کوشش کی جا رہی ہے نہایت نامناسب ہے۔ اگر ریاست اپنے اس رویہ پر مصر ہو۔ تو پھر یہ گفت و شنید اور ہماری کوششیں بے سود ہیں۔ اسی وقت یہ تار وزیر اعظم صاحب کو دکھلا کر ان سے باصرار التماس کی گئی۔ کہ وہ اس حکم کو ملتوی کر دیں۔ تا ایسا نہ ہو کہ فضاء ملک میں مزید اضطراب واقعہ ہو کر ہماری ان کوششوں کے سد راہ ہو جائے۔ وزیر اعظم صاحب نے تسلی دے کر ہمیں رخصت کیا۔ اور جناب مولانا اسمٰعیل صاحب غزنوی رات کے پونے تین بجے تک اس کوشش میں رہے۔ کہ یہ ناگہانی مصیبت ٹل جائے۔ پنڈت جیون لعل صاحب پرائیویٹ سکرٹری وزیر اعظم صاحب کی مدد سے وزیر اعظم صاحب کے ساتھ گفتگو کر کے تسلی بخش جواب لے کر انہوں نے کشمیر میں شیخ محمد عبداللہ صاحب کو اطلاع دے دی۔ کہ سابقہ حکم منسوخ ہو جائے گا تسلی رکھیں۔ اور سیاسی فضاء بدستور پر امن رہے۔ یہ کام کر کے مولانا غزنوی صاحب رات کے آخری حصہ میں تشریف لائے۔ اور ہمیں تسلی دی۔ مگر دوسرے دن وہی ہوا۔ جو ہونا تھا۔ اور جس کا پبلک کو پہلے ہی علم ہو چکا تھا۔ یعنی مفتی ضیاء الدین صاحب کو حدود کشمیر سے نکال دیا گیا۔ اور بجھی ہوئی آگ پھر سلگ اٹھی۔ ہماری دوسری امید یہ تھی۔ کہ مفتی صاحب جب جموں پہنچیں

تو پھر اُن کے متعلق حکومت بہتر رویہ اختیار کرے۔ اور اپنی تسلی کر کے ان کو آزاد کر دے۔ باوجود اس کے کہ وزیر اعظم صاحب نے ہمیں اُس کے متعلق یقین دلایا تھا۔ مگر یہ امید بھی ہباءً منثوراً نکلی

سکون پذیر فضاء میں بم کا گولہ

حکام ریاست نے خصوصاً بوڑھے تجربہ کار وزیر اعظم صاحب نے ایسے وقت میں جبکہ ان کی خواہش پر ان کی آنکھوں کے سامنے سول نافرمانی کے روکنے کے لئے ان کے منظور کردہ پُرامن طریقوں کی بناء پر کوششیں ہو رہی تھیں۔ سکون پذیر میدان سیاست میں جذبات کو بھڑکانے کے لئے ایک بم کا گولہ پھینک دیا گیا۔ اس پر ہماری حیرت کی کوئی انتہاء نہ رہی۔ اور ہم ایک دوسرے کا مونہہ تکتے رہ گئے۔ مگر نیتوں کا اخلاص پھر بھی عجیب طرح سے پُر امید رہا۔ میرے دوستوں نے مجھے مشورہ دیا۔ کہ میں معہ وزیر اعظم صاحب کے معتبر کے وزیر صاحب موصوف سے اپنی موجودہ پوزیشن واضح کر دوں۔ اور بتا دوں کہ ریاست متشددانہ رویہ اختیار کرتے ہوئے ہم سے توقع نہیں رکھ سکتی۔ کہ ہم سول نافرمانی کی روک تھام کر سکیں گے۔ میں نے یہ فرض ادا کیا۔ اور وزیر اعظم صاحب نے پھر ہماری ڈھارس بندھائی۔ ہم دونوں پنڈت جیون لال صاحب کے ساتھ اُن کے مکان پر گئے۔ وہاں پنڈت صاحب نے گورنر کشمیر کو فون کیا۔ کہ مسلمانوں کا جلوس نکلنے دو۔ اور پولیس کو اس سے کسی قسم کا تعرض نہ ہو۔ جس روز مفتی ضیاء الدین صاحب کو جلا وطن کیا گیا ہے۔ اُسی رات کو یہ فون کیا گیا۔ ہمیں یہ علم آفیشل کوارٹرے سے ہو چکا تھا۔ کہ گورنر صاحب کشمیر کو مسٹر عبداللہ سے ذاتی عداوت بھی ہے۔ میں نے پنڈت صاحب سے کہا۔ کہ آپ گورنر صاحب کو یہ سفارش بھی کر دیں۔ کہ مسٹر عبداللہ سے کسی قسم کا تعرض نہ کریں۔ چنانچہ انہوں نے ان سے باتیں کرتے ہوئے یہ کہہ دیا۔ کہ شیخ عبداللہ کو گرفتار نہ کیا جائے۔ جب تک یہاں سے حکم نہ ملے۔ یہ بات پنڈت صاحب نے ایسے لہجہ میں کہی جس سے مجھ پر یہ اثر ہوا۔ کہ شیخ عبداللہ صاحب کے پکڑنے کا منصوبہ پہلے سے ہو چکا ہے۔ اور پنڈت صاحب سے رخصت ہونے پر میں نے اپنے ساتھیوں سے اپنے اس خیال کا اظہار کر دیا۔ جس پر انہوں نے انکار کیا۔ میں نے مولانا درد صاحب اور مولانا غزنوی صاحب پر بھی اپنے اس خیال کا اظہار کر دیا۔ تا کوئی تدارک کرنا ہو۔ تو کر لیا جائے۔ دوسرے دن وزیر صاحب کے معتمد صاحب پھر ان کے پاس گئے۔ اور وہاں سے یہ خبر لائے۔ کہ مسٹر عبداللہ صاحب گرفتار کر لئے گئے ہیں۔ ان کی گرفتاری ہماری نیک کوششوں کی راہ میں ایک ڈرامیٹک سین تھا۔ جو وزیر اعظم صاحب نے کھیلا اور اس سین کے ساتھ ان تمام منصوبوں کا راز فاش ہو گیا۔ جن کے لئے خونی ڈرامہ کی آماجگاہیں ریاست کی مختلف جگہوں میں اس سے پندرہ دن پہلے تیار کی گئی تھیں۔ اور جن کے لئے کئی ہزار روپیہ کا بجٹ منظور کیا گیا تھا۔ اور جن کے متعلق میں نے مسٹر لاتھر اور ریذیڈنٹ صاحب کو آگاہ کر دیا تھا۔ اور اپنے خط کی نقل جناب پریذیڈنٹ صاحب آل انڈیا کشمیر کمیٹی کی خدمت میں پہونچا دی تھی ؛

ہندوؤں کا طوفان بے تمیزی

شیخ عبداللہ صاحب کی گرفتاری کے ساتھ ریاسی۔ راجوری وغیرہ مقام کی بغاوتوں کی خبریں یکدم گرما اٹھیں۔ اور جموں کے ہندوؤں نے ایک آن میں یہ طوفان بے تمیزی برپا کر دیا۔ کہ ہم مارے گئے۔ لوٹے گئے۔ مندر۔ گوردوارے جلا دیئے گئے۔ عورتوں کی بے حرمتی کی گئی۔ بوڑھوں اور بچوں کو قتل کر دیا گیا۔ اس طوفان بے تمیزی کے گھمسان میں جموں کے ایک مندر میں جلسہ کیا جاتا ہے۔ اور وائسرائے اور دیگر حکام کو تاریں دینے کی اس قسم کی تجویزیں قرار پاتی ہیں۔ کہ ہم سخت خطرہ میں ہیں۔ اور یہ کہ مہاراجہ صاحب بہادر کو گدی سے اتار دیا جائے۔ یہ ہنگامہ خیزی دیکھ کر ہمارے درمیان یہ قرار پایا۔ کہ میں اصل وضعیت کو دیکھنے کے لئے جہلم پہونچوں۔ ۲۹ جنوری کو جہلم میں ایک کہرام مچا ہوا تھا۔ اور نہایت گھبرا دینے والی افواہوں کی گرم بازاری تھی۔ شہر میں ہڑتال تھی۔ اور ہندو ادھر سے اُدھر بھاگ رہے تھے۔ ان کی زبان پر یہ الفاظ تھے۔ گاؤں جل رہے ہیں۔ لوٹ مار ہو رہی ہے۔ مشہور گوردوارہ علی بیگ والا جلا دیا گیا ہے۔ استریوں کی بے حرمتی کی گئی ہے

سرائے عالمگیر کے گوردوارہ میں

شہر سے ہندو ٹولیاں در ٹولیاں دریا کے پار جا رہے تھے میں نے بھی سواری کا انتظام کیا۔ اور بابو شاہ عالم صاحب کو ساتھ لے کر سرائے عالم گیر پہونچا۔ جہاں مجھے معلوم ہوا۔ کہ ریاستی علاقہ کے ہندو اور سکھ ایک گوردوارے میں جمع ہیں۔ اور موضع علی بیگ کے گوردوارہ کا مہنت بھی وہاں موجود ہے۔ سرائے عالمگیر میں کچھ احمدی دوستوں نے مجھے پہچان لیا۔ اور مجھے گوردوارہ کے اندر جانے سے روکا۔ مگر میں تحقیق حالات کے لئے اندر چلا گیا۔ ان میں سے دو آدمی میرے ساتھ رہے۔ بابو شاہ عالم صاحب نجمی ذیلدار نمبردار کے ساتھ باہر کھڑے باتیں کرتے رہے۔ پیشتر اس کے کہ یہ نمبردار پہونچ کر مہنت کو مجھ سے ملنے یا باتیں کرنے سے روکتا۔ میں نے تمام ضروری حالات معلوم کر لئے۔ اور ایک خاص آدمی بھی کوٹھڑی میں چھپا پڑا دیکھ لیا جس کے متعلق عجیب انکشاف ہوا۔ پیشتر اس کے کہ میں اسے دیکھتا میرے پوچھنے پر مجھے بالصراحت بتایا گیا۔ کہ

گوردوارہ نہیں جلایا گیا

علی بیگ کا گوردوارہ نہیں جلایا گیا۔ میرے یہ بتلانے پر کہ جہلم میں تو اس کے جلائے جانے کی افواہ ہے سکھوں نے اس کی تردید کی۔ اور ایک شخص جس نے اپنا نام تھا سنگھ ساکن عالمگیر بتلایا۔ بولا کہ اس وقت (یعنی ۲۹ تاریخ بوقت ۱۱ بجے) تک جو آخری خبر گاؤں سے آدمی لایا ہے وُہ یہی ہے۔ کہ گوردوارہ صحیح و سالم ہے۔ (بعض لوگوں نے اسے گھوڑا کہ کیوں بتلاتے ہو)

ایک قاتل کی مجنونانہ گفتگو

ان میں سے کوئی آدمی زخمی نہیں تھا۔ اور نہ کسی استری کی بے حرمتی کا ذکر کیا گیا۔ کہتے تھے۔ کہ کئی ہزار مسلمان یکدم جمع ہو گئے تھے۔ اور وُہ ان کو اپنا گھر بار سپرد کر کے تن بدن کے کپڑے لے کر اور اپنی جانیں بچا کر چلے آئے ہیں میرے بار بار تعجب سے یہ دریافت کرنے پر کہ کیا تم میں سے کسی نے بھی مقابلہ نہیں کیا۔ اور یونہی اپنا سامان چھوڑ چھاڑ کر گھروں سے نکل آئے مجھے بتلایا گیا۔ کہ ایک شخص زخمی ہوا ہے جو اندر کوٹھڑی میں ہے۔ اور اس کا نام مجھے گھلن سنگھ بتلایا گیا۔ میں اندر گیا۔ اور گاؤں کے لوگوں کو اندر نہ جانے دیا گیا میں تھا اور دو تین سکھ تھے۔ میں نے ایک سکھ کو چارپائی پر پڑے دیکھا میں نے دریافت کیا۔ کہ کہاں زخم لگے ہیں۔ اس شخص نے کہا۔ کیا آپ ڈاکٹر ہیں۔ میں نے کہا نہیں کہنے لگا۔ پھر آپ کون ہیں۔ میں نے کہا۔ میں جموں سے آیا ہوں۔ آپ کی خدمت کے لئے۔ ہم سب بھائی ہیں۔ اس پر اس کا لہجہ بدلا اور مخاطب ہو کر کہنے لگا۔ "اوہے ایہ لال ٹوپی والا۔ ایہوں دیکھ کے مینوں جوش آگیا جے۔ ایہنوں پکڑ و اوئے۔ جانے نہ دیو۔ ایہنوں پھڑو اوئے" یعنی اس سرخ ٹوپی والے کو دیکھ کر مجھے جوش آگیا ہے۔ اسے پکڑو۔ جانے نہ دو۔ اس قسم کے الفاظ میں اس نے مجنونانہ وار واویلا شروع کر دیا۔ مگر میں پورے اطمینان سے اپنے سکھ ساتھیوں کے ساتھ باتیں کرتا ہوا باہر چلا آیا۔ ان میں سے ایک جو مجھ سے ہمدردی کا اظہار کر رہا تھا۔ کہنے لگا۔ "وکیھاں وڈا جوش آنوندا اے ست اٹھ سریاں کپ کے آیا اے۔ اوہ سنجارہ (نظارہ) ایہنوں جوش دیندا اے" یعنی یہ شخص سات آٹھ قتل کر کے آیا ہے۔ وُہ نظارہ اسے جوش دلا رہا ہے۔ یہ الفاظ اس وقت اس نے کہے۔ جب ہم کمرے سے باہر نکل آئے۔ اسوقت گاؤں کا ایک مسلمان بھی وہاں موجود تھا۔ اس نے بھی یہ الفاظ سُنے۔ میں نے بابو شاہ عالم صاحب سے سارا ماجرا بیان کر کے بتلایا۔ کہ یہ سکھ بھی ان لوگوں سے ایک معلوم ہوتا ہے جس نے ہندو حکام کی انگیخت پر مسلمانوں کو قتل کیا۔ اور علاقہ میں فساد برپا کیا ہے۔ یہ سنتے ہی انہوں نے بے اختیار کہا۔ کہ یہ درست معلوم ہوتا ہے کل رات سے پولیس ایک شخص کی تلاش میں ہے۔ جو سات آٹھ مسلمانوں کو قتل کر کے یہاں بھاگ آیا ہے۔ پولیس کو اس واقعہ کی رپورٹ ۱۲ ½ بجے اسی دن دے دی گئی۔ اور سنا گیا ہے۔ کہ وُہ مجرم گرفتار کر لیا گیا ہے ؛

ابتدا ہندوؤں نے کی

اس قسم کی وارداتیں دوسرے گاؤں میں بھی ہوئی ہیں۔ اور ہر جگہ پہل ہندوؤں کی طرف سے ہوئی ہے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے۔ کہ سموال میں چونی لال نے دس بارہ مسلمانوں کو زخمی کیا جن میں سے دو مر گئے۔ اور تین کی حالت نازک ہے۔ اس واقعہ کی ابتدا واقف حال لوگ اس طرح بتاتے ہیں۔ کہ چونی لال جہلم آیا اور بندوق خرید کر لے گیا۔ راستہ میں اس کو دو شخص ملے جن میں سے ایک کا نام غلام حسن تھا۔ اور سموال کے قریب کے گاؤں کا رہنے والا تھا۔ غلام حسن نے ہنسی سے پوچھا بھائی کون ہے بندوق والا۔ اس کا یہ کہنا تھا۔ کہ اس پر فائر کر دیا گیا۔ حالانکہ غلام حسن کے پاس کوئی ہتھیار نہ تھا۔ اور وُہ اپنے باپ کے مقدمہ کی تاریخ سے فارغ ہو کر واپس جا رہا تھا۔

اس کے گرنے پر چونی لال نے اس کے دوسرے ساتھی پر بھی فائر کر دیا۔ اور پھر بھاگ کر اپنے گاؤں سموال میں چلا گیا۔ بندوق کا فائر سن کر لوگ ادھر ادھر سے جمع ہو گئے۔ اور چونی لال نے گاؤں میں جا کر شور برپا کر دیا۔ کہ مسلمان حملہ آور ہو رہے ہیں۔ اس سے ہندوؤں میں افرا تفری پڑ گئی۔ اور انہوں نے اپنا سامان نقدی وغیرہ لے کر بھاگنا شروع کر دیا۔ اور گاؤں کے مسلمانوں نے ان کو محفوظ جگہ پہنچانے میں مدد دی۔ جب چونی لال کا تعاقب کرنے والے سموال پہنچے تو اس نے آٹھ نو آدمی اور زخمی کر دیئے۔ جس سے لوگوں میں جوش پھیل گیا۔ چونی لال کو جو اپنے مکان کے چوبارے میں پناہ گزین تھا۔ گھیر لیا۔ اور اس کے مکان کو آگ لگا دی اتنے میں میرپور سے پولیس پہنچ گئی۔ جس نے اس کو حوصلہ دلا کر بذریعہ رسہ نیچے اتارا اور گرفتار کر لیا۔ اس پر ہندوؤں نے واویلا شروع کر دیا۔ کہ مارے گئے لوٹے گئے۔ حالانکہ واقعہ بالکل اور تھا۔

ایسا ہی میرپور میں بھی ایک ہندو جو ایک شخص عبد العزیز کے مکان پر بوریاں رکھ کر اور مٹی کا تیل ڈال کر آگ لگا رہا تھا عین موقعہ پر پکڑا گیا۔ اور گرفتار کیا گیا۔ اس کے ساتھ تین اور ہندو گرفتار ہوئے ہیں۔ ایسا ہی ایک اور گاؤں میں ایک ساہوکار نے ایسی ہی شرارت کی۔ اور پستول سے ایک مسلمان کو سر بازار ہلاک کر دیا۔ جس سے مسلمان بھڑک اٹھے۔

غلط افواہیں

ہندوؤں نے اسی پر بھی بس نہیں کی۔ بلکہ سکھوں کو شامل کرنے کے لئے ان کے گردواروں کے جلائے جانے کی خبریں مشہور کر دیں۔ جو بالکل جھوٹی ثابت ہوئیں۔ بلکہ سننے میں آیا ہے۔ کہ ہل کے گردوارہ کو انہوں نے ہی آگ لگائی۔ سکھ چین پور کے تھانہ کو جو آگ لگی ہے۔ اس کی وجہ بھی اسی قسم کی ہے۔ انچارج سب انسپکٹر کے تعلقات لوگوں سے اچھے نہ تھے۔ خصوصاً راجپوتوں کے ساتھ اس کے تعلقات عدم ادائیگی مالیہ کے ایام میں اور بھی بگڑ گئے تھے۔ میں اس سے خود ملا ہوں۔ اور اس سے حالات دریافت کئے ہیں۔ اس نے جو الفاظ بطور تمہید کہے۔ ان کو میں یہاں نقل کئے دیتا ہوں:

"آپ سے میں کیا عرض کروں۔ کچھ کہہ نہیں سکتا۔ مسٹر لاتھر نے جب مجھ سے علیحدگی میں دریافت کیا تھا تو میں نے صاف کہہ دیا تھا۔ کہ صاحب کیا بتلاؤں۔ دل ہمارے سیاہ ہیں۔ اور زبانیں ہماری بند ہیں"

اس کی اور دوسرے لوگوں کی باتیں سن کر مجھ پر جو اثر ہوا۔ وہ یہ ہے کہ جب سب انسپکٹر کو ادھر ادھر کی ہنگامہ خیزی کی افواہیں پہنچیں تو جو ہندو وہاں سے سامان لے کر بھاگے ہیں سب انسپکٹر بھی ان کے ساتھ ہی معہ اپنے کنبہ کے بھاگا۔ بھاگنے والوں کا بیان تھا۔ کہ لوگوں نے ان کا تعاقب کیا۔ مگر سب انسپکٹر نے اس بات سے انکار کیا۔ اور کہا۔ کہ دو فائر اس نے یونہی ہوا میں ڈرانے کے لئے چھوڑے تھے ورنہ تعاقب کسی نے نہیں کیا۔ ان بھاگنے والے بہادر سپاہیوں کے لئے کچھ نہ کچھ بہانا ضرور ہونا چاہیئے تھا۔ اور وہ تھا: کہ جلایا جانا بنایا گیا۔ مگر یہ قابل تحقیق ہے۔ کہ جلانے والے کون تھے۔ اس موقعہ پر مجھے ملک شام میں وروز کی آخری مشہور جنگ کے واقعات یاد آتے ہیں جن میں بعض بزدل اور بھگوڑے افسر سرکاری مکانات میں خود آگ لگا کر خطرہ کی جگہوں سے بھاگ آئے تھے۔ اور آکر مشہور کر دیا تھا۔ کہ باغیوں نے آگ لگا دی ہے۔ ان افسروں نے ہنستے ہوئے مجھے اپنی اس کارستانی کے حالات سنائے تھے۔

مسلمانوں کو قتل کرنے کے لئے ہندوؤں کی تیاریاں

اس ضمن میں یہ بات بھی قابل غور ہے۔ کہ ہندوان کے ساتھ ہی ایک دو دیہات کے سکھ مذکورہ بالا واقعات کے رونما ہونے سے چار پانچ روز قبل گڈے اور لاریاں بھر بھر کر سامان اور بال بچے ریاست سے باہر پہنچا رہے تھے۔ جس کی وجہ سے ۲۰ جنوری کو دریائے جہلم کے پل پر سپاہیوں کی گارد متعین کر دی گئی تھی۔ جو ان سامانوں کا ریکارڈ رکھ رہی تھی۔ جہلم کے مضافات کی بھی یہی شہادتیں ہیں۔ کہ چار پانچ روز سے سامان ریاست کے ان گاؤں سے لایا جا رہا تھا۔ جن کے لوٹے جانے اور جلائے جانے کی متعلق بعد میں خبریں گرم کی گئیں۔ ہندوؤں نے اپنے سامان اور خویش و اقارب کو محفوظ جگہوں پر پہنچا کر اطمینان سے مسلمانوں میں قتل کی وارداتوں کا ارتکاب کیا۔ ان امور کے متعلق گفتگو کرنے کے لئے جب میں مہنت صاحب گردوارہ علی بیگ سے ملنے کے لئے گیا۔ تو کہا گیا۔ کہ عبادت میں مشغول ہیں اور پس وقت ملنے کا وعدہ کر کے پھر لچھمی داس کے کہنے پر انہوں نے ملاقات سے انکار کر دیا۔

انگریزی علاقہ میں فسادات

نہ صرف یہ کہ ریاست کے حدود میں ہندوؤں نے وارداتیں کیں۔ بلکہ برٹش حدود میں بھی جلیا کہ موضع بھاگ، نگر میں ہوا۔ تعدی کی ابتداء ہندوؤں کی طرف سے ہوئی۔ اس واقعہ کو لاہور کے آخری ہندو مسلم فساد کی روشنی میں دیکھا جائے۔ جس کی تہ میں ہندو حکام ریاست کا ہاتھ کام کر رہا تھا۔ امرتسر میں بھی اس قسم کی کوشش کی گئی۔ جو ناکام رہی۔

میں نے جہاں خود بعض جگہ موقعہ پر پہنچ کر حالات دریافت کئے۔ وہاں اپنے خاص دوستوں کو بھی جو نہایت قابل اعتبار ہیں مختلف گاؤں میں ۲۹ جنوری کو بھیجا۔ ان کی رپورٹ بھی یہی ہے۔ کہ جس گاؤں کی طرف ہم جانے لگتے۔ ہمیں ہندو راستہ میں کہتے۔ کہ ادھر نہ جائیں۔ لوٹ مار ہو رہی ہے۔ مگر جب وہاں پہنچتے۔ تو قطعاً فساد نہ پاتے موضع ٹبیال ویتال وغیرہ مختلف گاؤں میں ہمارے دوستوں نے اطمینان سے چکر لگائے۔ اور سوائے ہندوؤں کی مجنونانہ وارداتوں سے پیدا شدہ طبعی اشتعال اور گھبراہٹ کے مسلمانوں کی طرف سے کچھ نہ کیا گیا تھا۔

لوٹ مار کی افواہوں کے گھمسان میں مسلمان جہاں ہندوؤں کی مجرمانہ تعدیوں کا شکار ہوئے۔ وہاں فوج کی گولیوں کا بھی نشانہ بنے۔ اور رہی سہی کسر پولیس کی ضمنیوں سے پوری ہو جائے گی۔ مگر پولیس کو یہ ضرور دیکھنا چاہیئے۔ کہ ان تمام واقعات میں ہندو کتنے مقتول پائے گئے۔ راجوری میں ایک بھی ہندو زخمی نہیں ہوا۔ مگر مشہور یہی ہو رہا ہے۔ کہ ہندو مارے گئے لوٹے گئے

فسادات میں ریاست کا حصہ

مذکورہ بالا حادثات قریب قریب وقتوں میں مختلف جگہوں میں واقع ہوتے ہیں۔ ان کی ترتیب اور تکمیل کے لئے ریاست پہلے سے تیاری کر رہی تھی جس کی بھنک پہلے ہی سفر میں میرے کانوں تک پہنچی ہے۔ اور لوگوں میں بھی چہ میگوئیاں ہوتی ہیں۔ کہ ریاست مسلمانوں کے درمیان قتل و غارت کی وارداتیں کرا کر ان پر بغاوت کا الزام لگا کر گولہ باری کرنے کا بہانہ بنانا چاہتی ہے۔ نیز یہ کہ برٹش حکومت کی ہمدردی بھی اسے حاصل ہو جائے۔ مذکورہ بالا خونریزیوں کے واقعات رونما ہونے سے قبل بلکہ رونما ہونے کے اثناء میں مفتی ضیاء الدین صاحب کو ریاست سے جبراً نکالا اور شیخ محمد عبد اللہ صاحب کو گرفتار کیا جاتا ہے۔ اس طرح مسلمانوں کے اشتعال کو ان کی گرفتاری اور جلا وطنی کی طرف منسوب کرنے کے لئے ایک اور بہانہ مل جاتا ہے۔ ساتھ ہی چاروں طرف سے جھوٹی افواہیں مشہور کر دی جاتی ہیں۔ کہ ہندو لوٹے گئے۔ مارے گئے۔ اور ان کے مندر اور گردوارے جلا دیئے گئے۔ ان کی استریوں کی بے حرمتی کی گئی یہ افواہیں تعجب ہے۔ کہ قبل از وقت جموں میں گشت لگانا شروع کر دیتی ہیں۔ اور جہاں ایک طرف برٹش حکومت کو مدد کے لئے پکارا جاتا ہے۔ وہاں دوسری طرف امرتسر کے سکھوں کو تاریں دے کر ان سے جتھے طلب کئے جاتے ہیں۔ ساتھ ہی تیسری طرف مسلمانوں کی لوٹنے کی مفروضہ داستانوں پر بغیر تحقیق ان کو ہلاک کرنے کے لئے ڈوگرہ فوجیں بھیجی جاتی ہیں۔ کیا اس سے بڑھ کر شرارت کہیں سننے میں آئی ہوگی؟

غالباً یہی وہ بات تھی۔ جس کے متعلق پنڈت جیون لال صاحب نے مجھے کہا تھا۔ کہ یونہی ریاست کو بدنام کیا جا رہا ہے۔ اگر ریاست انگریزوں کی طرح کارروائی کرنا چاہے۔ تو دو دن میں ٹھیک ٹھاک کر دے۔ ریاست چالیس پچاس ہزار روپیہ خرچ کر کے فساد ڈلوا سکتی ہے۔ اور یہ کوئی بڑی بات نہیں۔ میں پنجاب کی سی۔ آئی۔ ڈی میں ملازم رہا ہوں۔ اور میں جانتا ہوں۔ کہ کس طرح برٹش حکومت اپنے ہی لوگوں سے پتھر پھینکوا کر گولیاں چلانے کیلئے بہانہ ڈھونڈھ لیتی ہے۔ انہوں نے ہمیں ایسے چند ایک مشاہدات اور کارستانیوں کی داستانیں بھی سنائیں جو تحقیق کرنے پر ریاست کی اس ہنگامہ خیزی میں بھی درست ثابت ہوئیں۔

سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

قضاء عمری کا غلط عقیدہ

یہ

رمضان المبارک کا آخری عشرہ

ہے۔ اور آخری عشرہ میں آخری جمعہ اور ۲۷ تاریخ ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے جب جمعہ اور رمضان المبارک کی ستائیسویں تاریخ جمع ہوں۔ تو

لیلۃ القدر

ہوتی ہے۔ پس یہ دن ایک نہایت ہی مبارک دن ہے۔ اور ایک غنیمت گھڑی ہے۔ جس سے مومن جتنا فائدہ اٹھا سکیں۔ تھوڑا ہے۔ کہا جاتا ہے۔ کہ

رمضان کے آخری جمعہ میں

لوگ کثرت سے شریک ہوتے ہیں حتیٰ کہ جو لوگ سال بھر نماز کے قریب بھی نہیں آتے۔ وہ بھی اس میں شریک ہو جاتے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ آج کی نماز سارے سال کی نمازوں کی قائم مقام ہو جاتی ہے۔ اور اس کا نام انہوں نے

قضاء عمری

رکھا ہوا ہے۔ مجھے معلوم نہیں۔ اسی خیال کے ماتحت یا کسی اور وجہ سے ہماری جماعت کے لوگ بھی اس دن کثرت سے شامل ہوتے ہیں۔ میرا یہ مطلب نہیں۔ کہ ہماری جماعت کے جو لوگ پہلے نمازوں میں نہیں آتے وہ بھی شامل ہوتے ہیں۔ کیونکہ سوائے چند ایک آوارہ لڑکوں کے، یا بعض منافقوں کے۔ یہاں کے لوگ پہلے ہی مسجدوں میں باقاعدہ آتے ہیں۔ میرا مطلب یہ ہے۔ کہ اس دن

باہر کی جماعتیں

بھی شریک نماز ہوتی ہیں۔ اور اس وجہ سے ہجوم زیادہ ہو جاتا ہے۔ چنانچہ آج بھی آپ دیکھ رہے ہیں۔ کہ مردوں اور عورتوں کا اس قدر ہجوم ہے۔ کہ مسجد سے باہر کمروں میں اور مکانوں کی چھتوں پر بھی عورتیں مرد بیٹھے ہیں مگر پھر بھی جگہ کی تنگی محسوس ہو رہی ہے۔ اور مرد مسجد میں جس طرح ہجوم کر کے تنگی سے بیٹھے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ نماز نہیں پڑھی جاسکیگی۔ ایک دوسرے کی پشت پر سجدہ کرنے کی جو اجازت شریعت نے دی ہے۔ آج اس پر عمل کر کے بھی شائد گزارہ نہ ہو سکے۔

پس ان لوگوں کو جو آج نماز میں شامل ہونے کے لئے جمع ہوئے ہیں میں یہ بتا دینا چاہتا ہوں۔ کہ اگر کوئی ان میں سے قضائے عمری کی نیت سے شامل ہوا ہے۔ تو یہ ایک

حقیر اور ذلیل چیز

ہے۔ جو اس کے پیش نظر ہے۔ اور وہ بجائے نیکی کے بدی کا مرتکب ہوا۔ اور گنہگار ٹھہرتا ہے۔ لیکن اگر کوئی اس خیال سے آیا ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس رات کو لیلۃ القدر قرار دیا ہے۔ اور یہ مقام آپ کی نزول گاہ ہے۔ اور

خدا تعالیٰ کے انوار

یہاں نازل ہوتے ہیں۔ اس مسجد کا نام خدا تعالیٰ نے مسجد اقصیٰ رکھا ہے۔ اور اس کے متعلق فرمایا ہے کہ مبارک و مبارک۔ کل امر مبارک یجعل فیہ۔ یعنی جو کام یہاں کیا جائیگا۔ وہ بابرکت ہوگا۔ تو اس مسجد کی اس کے لئے زیادہ ثواب کا موجب ہوگی۔ پس اگرچہ نماز کے متعلق میں یہ کہنے سے تو ڈرتا ہوں۔ کہ اس دن نہ آیا کرو۔ لیکن یہ ضرور کہوں گا۔ کہ

نیک نیت کے ساتھ

آؤ۔ اور قضاء عمری کا خیال تک دل میں نہیں ہونا چاہئیے۔ ہاں جو شخص نیک نیتی سے گھر کو چھوڑتا ہے اور پیدل چلکر یا سواری کے ذریعہ یہاں آتا ہے خدا تعالیٰ اس کے اجر کو ضائع نہیں کرے گا۔ اور وہ ثواب سے محروم نہ رہیگا۔ پس یہاں میں یہ کہتا ہوں کہ خصوصیت سے اس دن کو

عبادت کا دن

نہ بناؤ۔ وہاں مسجد میں آنے سے بھی ہرگز نہیں روکتا۔ نماز کے لئے آؤ۔ مگر ثواب کی نیت سے آؤ۔ اور یہ خیال لیکر آؤ۔ کہ یہ مقدس جگہ ہے۔

مسجد اقصیٰ کی توسیع کی ضرورت

اس کے بعد میں احباب جماعت کو اس امر کی طرف توجہ دلاتا ہوں کہ یہ مسجد جو کسی وقت آدمیوں کی محتاج تھی۔ اب ہمارے لئے تنگ ہو رہی ہے۔ اب وہ دن آگیا ہے۔ کہ ہم اسے بڑھانے کی کوشش کریں۔ اس کے جس طرف رات ہے۔ ادھر تو بڑھائی نہیں جاسکتی۔ اس لئے اس کے بڑھانے کی صرف یہی صورت ہے۔ کہ

دوسری طرف کے مکانات

خرید کر اس میں شامل کر لئے جائیں۔ ایک مکان تو خرید بھی لیا گیا ہے۔ اور اگر خدا نے چاہا۔ تو کسی وقت مسجد میں شامل کیا جاسکیگا۔ فی الحال اسے جنوبی پہلو میں بڑھانے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ میں نے سنا ہے۔ کہ ایک احمدی دوست اپنا مکان فروخت کرنا چاہتے ہیں۔ کارکنوں کو چاہیئے۔ کہ اگر وہ فروخت کریں۔ تو اسے خرید لیں۔ اور اس کی تعمیر کو صرف قادیان والے اپنا فرض سمجھیں یہ غلط اصول ہے۔ کہ ہم

مقامی کاموں میں بیرونی جماعتوں کی امداد

کے خواہشمند ہوں۔ یہ کم ہمتی ہے۔ جسے جسقدر جلد ہو سکے دور کرنا چاہیئے۔ اگر محلہ دار الفضل کے لوگ ڈیڑھ دو ہزار روپیہ خرچ کر کے اپنے لئے مسجد تیار کر سکتے ہیں۔ اگر دار رحمت کے لوگ اتنے ہی خرچ سے اپنے محلہ میں مسجد بنوا سکتے ہیں۔ تو کوئی وجہ نہیں۔ کہ قادیان کی ساری جماعت مل کر پانچ۔ چھ ہزار روپیہ مرکزی مسجد کے لئے خرچ نہ کریگی۔ میں جانتا ہوں۔ کہ بعض بیرونی مخلصین اس بات کو ناپسند کرینگے۔ کہ اس

مسجد کی توسیع

میں جسے اللہ تعالیٰ نے مسجد اقصیٰ قرار دیا۔ اور جو اس کے انوار کی جلوہ گاہ ہے اور جو درحقیقت ایک مرکزی حیثیت رکھتی ہے۔ حصہ لینے سے انہیں محروم کر دیا جائے۔ لیکن اس کی یہی صورت ہو سکتی ہے۔ کہ اگر کوئی حصہ لینا چاہے۔ تو لے ہم کسی کو حکم نہیں دیں گے۔ کہ وہ ضرور اس میں حصہ لے یعنی اس میں باقاعدہ چندوں کی طرح جماعت وار اس کو تحریک نہیں کی جائیگی۔

یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ

خدا تعالیٰ کی برکات

جس وقت نازل ہونا شروع ہوتی ہیں۔ تو وہ آثار سے پہچانی جاتی ہیں۔ اگر وہ جماعت جسے دشمن چاہتے تھے۔ کہ کچل دیں۔ ہر سال یا دوسرے تیسرے سال اپنی سابقہ عمارتوں کو اپنی وسعت کے مقابلہ میں تنگ محسوس کرنے لگے تو یہ اللہ تعالیٰ کے فضلوں کا نشان ہے۔ لیکن یہ بھی اس کی سنت ہے۔ کہ جب وہ کسی جماعت کو وسعت دینا چاہتا ہے۔ لیکن وہ اس کی طرف توجہ نہیں کرتی اور اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے ساتھ ساتھ ترقی کرنے کی کوشش نہیں کرتی۔ تو وہ پھر اسے تنگ کر دیتا ہے۔ پس پیشتر اس کے کہ خدا تعالیٰ کہے جب یہ خود وسعت نہیں چاہتے۔ تو انہیں کیوں وسعت دی جائے۔ اور اس رنگ میں اس کی نگاہ ہم پر پڑے۔ اس طرف توجہ کرو۔ اور جس قدر جلد ہو سکے۔ مسجد کو وسیع کردو اور دعائیں کرتے رہو۔ کہ خدا تعالیٰ اور بھی وسعت عطا فرمائے۔

سردست ہمیں یوں کرنا چاہیئے

کہ منبر کو اور جنوب کی طرف رکھدیا جائے۔ عورتوں والے حصہ کو بھی مردوں کے حصہ میں شامل کر دیا جائے۔ اور ملحقہ عمارت خرید کر عورتوں کے لئے مخصوص

کر دی جائے۔

پھر اگر خدا تعالےٰ توفیق دے۔ تو کسی وقت

موجودہ ڈاکخانہ والا مکان

شامل کر کے اور گلی پر چھت ڈالکر مسجد کو دوگنا کیا جا سکتا ہے۔ اور اگرچہ یہ سب کچھ کرنے کے باوجود بھی ہماری ترقیات کے مقابلہ میں یہ کسی وقت تنگ ہی نظر آئے گی لیکن مسجد کی طرف سے ایک جگہ جا کر اسے فی الحال ضرور رکنا پڑے گا۔ کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمایا کرتے تھے۔ کوئی وقت آئے گا۔ کہ ہمارے گھر سے چلکر مسجد میں داخل ہو جایا کریں گے اور راستہ میں سڑک پر نہیں چلنا پڑے گا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مکانات کے پاس پہنچ کر ضرور اس کی وسعت رکنی پڑیگی۔ ورنہ وہ پیشگوئی پوری نہ ہو سکیگی۔ یا پھر شاید وہ وقت بھی آ جائے کہ پاس کے سب مکانات اور دوکانیں احمدیوں کے ہاتھ میں آ جائیں۔ اور اس صورت میں ہم گلیوں کو بھی ان کی موجودہ جگہ سے ہٹا سکیں۔ اور مسجد شمال کی طرف بھی بڑھائی جا سکے ؂

اس وقت جو تبدیلی کی جائے۔ اس میں یہ بھی ضروری ہے کہ اس

برآمدہ کی چھت اونچی کی جائے

مجھ سے کئی لوگوں نے شکایت کی ہے۔ کہ خطبہ کی آواز نہیں پہنچتی۔ حالانکہ جلسہ کے موقعہ پر جبکہ مجمع بہت زیادہ ہوتا ہے۔ سب لوگ میری آواز سن سکتے ہیں۔ یہاں نہ سن سکنے کی وجہ صرف یہی ہے۔ کہ برآمدہ نیچا ہے۔ اور منبر پر کھڑے ہو کر بولنے سے برآمدہ کی چھت سے آواز رک جاتی ہے پس جب تبدیلی کیجائے۔ تو اس امر کو بھی مد نظر رکھا جائے۔ کہ اس برآمدہ کی چھت اونچے ستونوں پر ڈالی جائے لمبا اس کا اور پھیلا بھی دیا جائے۔ اس سے خوبصورت بھی معلوم ہوگا۔ اور آواز بھی صاف سنی جا سکے گی۔ اور جگہ بھی زیادہ نکل آئے گی۔

مسلمانانِ کشمیر کے لئے ایک پائی فی روپیہ چندہ دینے کی تحریک

اس کے بعد میں احباب کو اسی مضمون کی طرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں جو چند روز قبل بیان کر چکا ہوں یعنے مسئلہ کشمیر کے متعلق میں نے بتایا تھا کہ آثار سے ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کی توجہ اس طرف ہے۔ اس کے بعد کثرت سے دوستوں نے اپنے رویا۔ اس کے متعلق سنائے ہیں جن کی تعداد ۵۰ کے قریب ہے۔ بعض اس واقعہ سے قبل کے ہیں۔ اور بعض بعد کے۔ اور ان سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ میرا یہ استنباط بالکل صحیح تھا۔ کہ اللہ تعالیٰ کی اس طرف خاص توجہ ہے۔ اور اس خطبہ کے معاً بعد

ریاست میں فساد

پیدا ہو جانا۔ اور حالات کا زیادہ بگڑ جانا ظاہر کرتا ہے۔ کہ یہ مسئلہ خاص طور پر خدا تعالےٰ کی نگاہ میں ہے۔ جب خدا تعالےٰ کسی کام کو کرنا چاہتا ہے۔ تو ظاہری لحاظ سے اس میں مشکلات اور خرابی بھی پیدا کر دیتا ہے تا جب اس میں کامیابی ہو۔ تو دنیا کو معلوم ہو سکے۔ کہ یہ خاص اسی کا کام ہے۔ اور اس وقت چونکہ

مسلمانانِ کشمیر پر سخت ظلم

ہو رہا ہے۔ اس لئے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ ضرور اپنی قدرت کا ہاتھ دکھانا چاہتا ہے۔ مجھے تو مہاراجہ صاحب کشمیر پر بہت رحم آتا ہے۔ جسکی وجہ یہ ہے۔ کہ وہ ایک ایسے باپ کے فرزند ہیں جسے اسلام سے محبت تھی۔ جس کے حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھائی چارہ کے تعلقات تھے اور قادیان آ جانے کے بعد بھی برابر ان کے درمیان خط و کتابت جاری رہی اور انہوں نے آپ سے ۱۵ سپارے قرآن شریف کے بھی پڑھے تھے۔ ان وجوہات کی بنا پر مجھے شروع سے ہی

مہاراجہ صاحب کشمیر کے ساتھ دلی ہمدردی

ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ میری ہمیشہ یہی کوشش رہی ہے۔ کہ انہیں کسی قسم کا نقصان پہنچے بغیر یہ کام ہو جائے۔ مگر ریاست کے غریب مسلمانوں پر جو مظالم روا رکھے جا رہے ہیں وہ بتاتے ہیں۔ کہ

لاکھوں آہیں

ان کے خلاف اٹھ رہی ہیں۔ جو یقیناً خدا تعالےٰ کے غضب کو بھڑکانے کا موجب ہوں گی ؂

پس جہاں دوست

مظلومین کشمیر کے لئے دعا

کریں۔ وہاں یہ بھی دعا کریں۔ کہ اللہ تعالےٰ مہاراجہ صاحب کو اس وجہ سے کہ وہ ایک نیک باپ کے بیٹے ہیں۔ اپنے غضب سے بچائے۔ کیونکہ اس کی سنت ہے۔ کہ وہ نیکوں کی اولاد کو اپنے غضب سے بچاتا ہے۔ میری عادت ہے۔ کہ میں کبھی کسی کے لئے

بددعا

نہیں کرتا لیکن ریاست کشمیر کی طرف سے غریب مسلمانوں پر اس قدر مظالم روا رکھے جا رہے ہیں۔ کہ کئی بار بددعا کی طرف دل مائل ہو جاتا ہے۔ اور جبراً روکنا پڑتا ہے۔ کیونکہ میں خدا تعالیٰ کے اس اصول کو مد نظر رکھتے ہوئے کہ رحمتی وسعت کل شیءٍ بددعا سے پرہیز کرتا ہوں۔

پس احباب جماعت کو اس امر کی طرف توجہ دلاتا ہوں۔ کہ

تیس لاکھ انسانوں کی قوم

سینکڑوں سال سے ظلم و استبداد کے نیچے چلی آتی ہے پھر وہ ہماری تحقیق کے مطابق بنی اسرائیل میں سے ہے۔ وہی بنی اسرائیل جنہیں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں ان کے ذریعہ

فرعون کے مظالم سے نجات

دلائی تھی۔ اور کوئی تعجب نہیں۔ کہ وہ پھر اسی فرعونی حکومت سے ان غریبوں کو بھی بچانا چاہتا ہو۔ اس لئے اس معاملہ میں ہماری مدد اس کی خوشنودی کا موجب ہوگی۔ پس جماعت کے دوستوں کو چاہیئے۔ کہ اس موقعہ سے محروم نہ رہیں۔ اور اس معاملہ میں یہ کبھی خیال نہیں کرنا چاہیئے۔ کہ وہ لوگ ہماری جماعت سے تعلق نہیں رکھتے۔ ہمیں ان کی امداد کی کیا ضرورت ہے۔ جس طرح

خدا تعالےٰ کا احسان

اپنے پرائے میں کوئی فرق نہیں کرتا۔ اسی طرح مومن کے احسان میں بھی کوئی اس قسم کی تمیز نہ ہونی چاہیئے۔ قرآن کریم کی سورۂ نور میں مذکور ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر جن لوگوں نے بہتان لگایا۔ ان میں سے بعض کے رشتہ داروں نے آئندہ ان سے حسن سلوک کرنا بند کر دیا۔ اس پر خدا تعالیٰ نے خاص طور پر حکم دیا۔ کہ احسان کو مت روکو۔ بلکہ بدستور کرتے جاؤ۔ پس یہ

خدا تعالےٰ کی تعلیم

ہے۔ جس پر ہمیں عمل کرنا چاہیئے۔ اور ان بیچاروں کی تو ایسی مظلومی کی حالت ہے۔ کہ اگر وہ مسلمان بھی نہ ہوتے۔ تب بھی ان کی مدد واجب تھی۔ کیونکہ ہم دنیا میں

خدا تعالےٰ کے نمائندے اور مظہر

ہیں۔ اور جسطرح خدا تعالےٰ کی رحمت ہر چیز پر حاوی ہے۔ اسی طرح ہمارا احسان بھی عام ہونا چاہیئے۔ اس لئے میں پھر تحریک کرتا ہوں۔ کہ رمضان المبارک کے آخری ایام کی مبارک دعاؤں اور صدقوں میں ان مظلومین کو نہ بھولو اور چونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ

بہترین عبادت

وہی ہے۔ جس پر مداومت اختیار کی جائے۔ اس لئے آئندہ بھی جبتک یہ کام ختم نہ ہو۔ اس سلسلہ کو جاری رکھو۔ میں نے اندازہ لگایا ہے۔ کہ

قلیل ترین اخراجات

کے لئے اس تحریک پر دو ہزار (۲۰۰۰) روپیہ ماہوار خرچ آتا ہے۔ اور اگر ہماری جماعت کے دوست

ایک پائی فی روپیہ ماہوار چندہ

اپنے اوپر مظلومین کشمیر کی امداد کے لئے لازم کر لیں۔ تو بھی کافی رقم جمع ہو سکتی ہے۔ اور جو لوگ بارہ چودہ بلکہ پچیس تیس پائی فی روپیہ چندہ دینے کے عادی ہیں۔ ان کے لئے ایک پائی کا اضافہ کوئی بڑی بات نہیں۔ اور یہ کوئی بوجھ نہیں۔ کیونکہ وہ اس کے عادی ہو چکے ہیں۔ عام طور پر چندہ عام ایک آنہ فی روپیہ یعنی بارہ پائی ادا کیا جاتا ہے۔ پھر چندہ خاص۔ چندہ جلسہ سالانہ اور مختلف عارضی تحریکات اس کے علاوہ ہیں اور ان کو ملا لیا جائے۔ تو جماعت کے چندہ کی اوسط ۱۵ پائی فی روپیہ کے قریب ہو جاتی ہے اور اگر اس میں

ایک پائی کا اضافہ

کر لیا جائے۔ تو کوئی بوجھ نہیں۔ پھر بعض لوگ زیادہ بھی دے سکتے ہیں ایک دوست نے تو یہ نمونہ دکھایا ہے۔ کہ وہ موصی ہیں۔ لیکن باوجود دسواں حصہ دین کی راہ میں باقاعدہ ادا کرنے کے اب وہ وعدہ کرتے ہیں۔ کہ میں کشمیر کے لئے جبتک یہ کام ختم نہ ہو جائے۔ اپنی آمد سے

ایک آنہ فی روپیہ

چندہ دیتا رہوں گا۔ جو پندرہ سولہ روپیہ ماہوار کے قریب ہوگا۔ غرض جو زیادہ دے سکتا ہو۔ زیادہ دے۔ لیکن کم از کم ایک پائی تو ہر شخص دے۔ اور یہ کوئی بڑا بوجھ نہیں۔ جو شخص ماہوار سو روپیہ تنخواہ پاتا ہے اسے سو پائی یعنی صرف سوا آٹھ آنہ ماہوار دینے ہوں گے۔ اور یہ کوئی

ناقابل برداشت بوجھ

نہیں پچاس روپے والے کو چار آنہ اور ایک دھیلہ دینا پڑے گا۔ اس قسم کے چندوں میں طالب علم بھی حصہ لے سکتے ہیں۔ جو طالب علم پندرہ روپیہ ماہوار خرچ لیتا ہے۔ وہ نہایت آسانی کے ساتھ پندرہ پائیاں ادا کر سکتا ہے۔ پس اگر دوسرے لوگ سستی دکھائیں۔ اور مخالفت کی وجہ سے اس میں حصہ نہ لیں اور جماعت کے دوست ہی ایک پائی فی روپیہ ادا کرنے لگ جائیں۔ تو بھی بہت کام ہو سکتا ہے۔ مجھے امید ہے۔ کہ

قادیان اور باہر کے دوست

پوری تندہی کے ساتھ اس طرف متوجہ ہوں گے۔ مگر اس کے متعلق یہ ضرور یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ میں حکم نہیں دیتا۔ صرف ترغیب دلاتا ہوں۔ اور میں سمجھتا ہوں۔ اگر میری اس ترغیب کو بھی کارکن باقاعدہ دوستوں کے کانوں تک پہنچا دیں۔ تو لوگ اس پر عمل کرنے لگ جائیں گے۔ ہاں جو ملال ہو اسے چھوڑ دو۔ کیونکہ یہ خالص دینی کام نہیں۔ کہ انہیں حکم دیا جا سکے۔ مگر تحریک ضرور کرو

ہندوستان کا موجودہ سیاسی فتنہ

اس کے بعد میں ایک عظیم الشان ملکی معاملہ کی طرف جماعت کو متوجہ کرنا چاہتا ہوں۔ اور وہ ہندوستان کا سیاسی فتنہ ہے۔ ہمارا جہاں یہ فرض ہے کہ ریاست کشمیر کے مسلمانوں کو مظالم سے بچائیں۔ وہاں یہ بھی ہے۔ کہ اپنے ملک کو بھی

ہر قسم کی فتنہ انگیزی

سے پاک کرنے کی کوشش کریں۔ اس وقت یہاں بہت سے فتنے ہیں ایک تو مسلمانوں کی حق تلفی کا سوال ہے اور دوسرے حکومت کے خلاف شورش اس حکومت کو خواہ غاصبانہ ظالمانہ یا غیر ملکی کہہ لو۔ لیکن بہر حال

ملک کا انتظام

اس کے ہاتھ میں ہے۔ اسے ایسے طور پر تباہ کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے جس سے ملک کے اخلاق بگڑ جائیں۔ اور عام بدامنی شروع ہو جائے۔ اور یہ ایسی باتیں ہیں۔ جن سے ملک کا کوئی

حقیقی خیر خواہ

آنکھیں بند نہیں کر سکتا۔ ان دونوں فتنوں کا مسلمانوں کو ہوشیاری سے مقابلہ کرنا چاہیئے۔ بعض نادان کہہ دیتے ہیں کہ حکومت چونکہ

ہمارے جائز حقوق

کو تسلیم نہیں کرتی۔ اس لئے ہمیں بھی اس جھگڑے میں پڑنے کی ضرورت نہیں۔ بلکہ غیر جانبدار رہنا چاہیئے۔ اور کانگرس اور انگریز کو لڑنے دینا چاہیئے۔ بلکہ بعض نادان تو یہاں تک کہہ دیتے ہیں۔ کہ اگر حکومت ہمارے حقوق نہ دے۔ تو ہمیں کانگرس سے مل جانا چاہیئے۔

بعض احمدیوں کو شکایات

ہیں۔ کہ فساد کے موقعہ پر انہوں نے اپنی جانوں کو خطرہ میں ڈالکر حکومت کی مدد کی۔ لیکن جب تعزیری ٹیکس لگا۔ تو احمدی بھی اس میں شامل کر لئے گئے میں مانتا ہوں۔ کہ یہ سب کچھ درست ہے۔ اور گورنمنٹ کے فرائض میں ہے۔ کہ ایسا نہ کرے۔ لیکن اگر وہ اپنے

فرض کی ادائیگی

میں سستی اور کوتاہی کرتی ہے۔ تب بھی ہمیں اپنے فرض کو نہیں چھوڑنا چاہیئے اگر انگریز ایک جرم کرتے ہیں۔ تو اس کے یہ معنی نہیں۔ کہ ہم بھی بداخلاق ہو جائیں۔ اگر کوئی شخص ہماری چوری کرتا ہے۔ تو ہمیں ہرگز اس کا مال چرا کر نہیں کھا لینا چاہیئے۔ خدا تعالیٰ نے

ہر چیز کے لئے راستے

مقرر کئے ہیں۔ اور حکم دیا ہے۔ کہ ان کے ذریعہ اپنے حقوق حاصل کرو قرآن کریم میں حکم ہے۔ کہ فاتوا البیوت من ابوابھا یعنی ہر کام کے لئے اللہ تعالیٰ نے دروازے رکھے ہیں۔ اور انہی کے راستہ اسے سرانجام دینا چاہیئے۔ یہ نہیں کہ اپنا مکان سمجھ کر جدھر سے مرضی ہو چلے آؤ۔ بلکہ دروازہ کے راستے سے آؤ۔ یہ

نادانی اور جہالت

ہے۔ کہ چونکہ ہمارا حق ہے۔ اس لئے جس طرح بھی بن سکیں لے لیں۔ کیونکہ باوجود حق ہونے کے اللہ تعالیٰ نے بعض رستے مقرر کئے ہیں۔ اور انہی کے ذریعہ حق لیا جا سکتا ہے۔ پس گو بعض دفعہ گورنمنٹ

امن قائم کرنے والوں کی تذلیل

بھی کرتی رہے۔ ان پر تعزیری ٹیکس بھی لگا دیتی ہے۔ ہمیں اپنے فرض کو فراموش نہ کرنا چاہیئے۔ اگر وہ جرم کرتی ہے۔ تو خدا کے سامنے جوابدہ ہوگی۔ اور شاید اسی دنیا میں حکومت کی کمزوری کی صورت میں وہ اپنی سزا پائے گی۔ مگر اس کے یہ معنی نہ ہونے چاہئیں۔ کہ ہم اپنے فرائض ترک کر دیں۔ یہ تو وہی مثال ہوگی۔ کہ کہتے ہیں۔ کوئی شخص

کسی کا برتن

عاریتاً مانگ کر لے گیا۔ اور عرصہ تک واپس نہ کیا۔ ایک دن جو وہ واپس لینے کے لئے اس کے مکان پر گیا۔ تو دیکھا۔ کہ اس میں ساگ ڈالکر کھا رہا ہے۔ مالک یہ دیکھ کر سخت برہم ہوا۔ اور کہنے لگا۔ کہ دیکھو۔ تم میرا برتن ایک دن کے لئے مانگ کر لے آئے تھے۔ لیکن آج تک واپس نہیں کیا۔ اور اسوقت بڑے مزے سے اس میں ساگ ڈالکر کھا رہے ہو تمہیں بھی دیکھنا۔ کہ تمہارا برتن مانگ کر لے جاؤں گا۔ اور اس میں کوئی

نجس چیز

ڈالکر کھاؤں گا۔ اب بظاہر تو وہ بدلہ لینے کی دھمکی دیتا ہے۔ لیکن نہایت ہی

نامعقول صورت کا بدلہ

ہے۔ اس نے یہ بھی نہ سوچا کہ نجاست کھانے سے تو اس کا اپنا نقصان ہوگا پس انتقامی جذبات بھی انسان کو خراب کر دیتے ہیں۔ یہ اصول ٹھیک نہیں کہ چونکہ انگریز ناجائز کام کرتے ہیں اس لئے ہمیں بھی ایسا ہی کرنا چاہیئے۔ حالانکہ ہمیں تو جو کرنا چاہیئے

خدا کے حکم کے ماتحت

کرنا چاہیئے۔ اور ملک میں قیام امن خدا تعالیٰ کا حکم ہے۔ پس اگر انگریز خود امن نہ بھی قائم کریں۔ جب بھی ہمیں چاہیئے۔ کہ

اپنی جانوں کو خطرہ میں ڈالکر

بھی اسے قائم کریں۔ اور یہ انگریز کے لئے نہیں۔ بلکہ خدا تعالیٰ کے حکم کے لئے اور اپنی اولادوں کو بداخلاقی سے بچانے کے لئے ہے۔ اگر کسی وجہ سے ہم اس فرض سے دست کش ہو جائیں۔ تو اس کے یہ معنی ہوں گے۔ کہ نادانی کی وجہ سے ہم اپنی اولادوں کو بگاڑتے ہیں۔ اور اس میں انگریز کا نہیں۔ بلکہ

ہمارا اپنا نقصان

ہے۔ اس لئے میں جماعت کو توجہ دلاتا ہوں۔ کہ وہ قتل و غارت گری جو بعض لوگ ملک میں کر رہے ہیں۔ اس کا مقابلہ کرنا اس کا فرض ہے۔ میں نے

جلسہ سالانہ کے موقعہ پر

کہا تھا۔ کہ اس کا مقابلہ کرنے کے لئے میں عنقریب ایک سکیم پیش کروں گا جس کی تفصیلات اس وقت زیر غور ہیں۔ لیکن جب تک وہ عمل میں نہ آئے جماعت کا فرض ہے۔ کہ جس طرح ہمیشہ اپنی اپنی جگہ پر ایسی تحریکات کا مقابلہ کرتی رہی ہے۔ اسی طرح اس موقعہ پر بھی کرے۔ قطع نظر اس سے کہ حکومت ہماری ہتک کرتی ہے۔ تذلیل کرتی ہے۔ ہمیں سزائیں دیتی ہے جرمانے کرتی ہے ہمارا یہ فعل

خدا تعالیٰ کی رضا کے لئے

اس کے دین کے قیام کے لئے اسی طرح اپنے ملک اور اپنی اولادوں کی اصلاح کے لئے ہونا چاہیئے۔ ایسی شرارتیں بعض اوقات خود حکومتیں بھی کرا دیا کرتی ہیں۔ تا رعایا پر زیادہ تشدد اور ظلم کا موقعہ مل سکے اور میں کہوں گا۔ اگر خود حکومت کی طرف سے بھی ایسی حرکات ہو رہی ہوں۔ تب بھی ہمیں اس کا مقابلہ کرنا چاہیئے۔ کیونکہ ہم انگریز کے لئے نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کی رضا، دین، ملک اور اپنی اولادوں کی بہتری کے لئے ایسی تحریکات کے مخالف ہیں۔ اسی طرح

ملک کے اندر قانون شکنی

کی جو روح پیدا ہو رہی ہے اسے بھی روکنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ آج جن بچوں کو کہا جاتا ہے۔ کہ جاؤ انگریزی قوانین کو توڑ دو۔ وہ کل ضرور ماں باپ سے کہیں گے۔ کہ جاؤ۔ میں تمہاری بات نہیں مانتا۔ اور اسی طرح شاگرد استادوں کی نافرمانی کریں گے۔ گویا یہ تحریک ہماری اہلی زندگی کو تباہ اور اولاد کی تربیت کا ستیاناس کرنے والی ہے۔ اگر آج بچوں کو

انگریزی قانون توڑنے کا عادی

بنایا جائے گا۔ تو یقیناً کل شاگرد استاد کو۔ بیٹی ماں کو۔ اور لڑکا باپ کو جواب دیگا۔ اور یہ سلسلہ یہاں تک پھیلیگا کہ ملک کی حالت بالکل خراب ہو جائے گی۔ دراصل حقوق حاصل کرنے کے لئے صبر، تقویٰ، نیکی ہمت اور صداقت سے کام لینا چاہیئے جو قوم

سچائی کے ساتھ

اپنا حق لینا چاہے۔ اسے کوئی محروم نہیں رکھ سکتا۔ صداقت خواہ ایک آدمی لیکر کھڑا ہو۔ جھوٹے کو اس کے سامنے ضرور ذلت اٹھانی پڑتی ہے۔ بڑی سے بڑی حکومت بھی اس کے سامنے دب جاتی ہے

جائز حقوق حاصل کرنے کے لئے

ناجائز ذرائع اختیار کرنا کسی صورت میں بھی مناسب نہیں۔ جو قوم جائز ذرائع سے جدوجہد کرتی ہے۔ اور صداقت کے ساتھ اپنے مطالبات منوانا چاہتی ہے ساری دنیا کی حکومتیں مل کر بھی اسے محروم نہیں رکھ سکتیں۔ جو حکومت

114

رعایا کے بیدار جذبات

کا لحاظ نہیں کرتی اور اسے خوش رکھنے کی کوشش نہیں کرتی۔ وہ خود بخود تباہ ہو جائیگی۔ اس لئے گھبراہٹ کی کوئی بات نہیں۔

پکٹنگ اور سول نافرمانی

وغیرہ تحریکات کا پورے زور کے ساتھ مقابلہ کرو۔ مگر انگریز کے فائدہ کے لئے نہیں۔ بلکہ اپنے دین کے فائدہ کے لئے۔ ملک کے فائدہ کے لئے اور آئندہ نسلوں کے فائدہ کے لئے۔

کسی سے ہرگز مت ڈرو

اور یاد رکھو۔ کہ جو انسان سے ڈرتا ہے۔ وہ مشرک ہے۔ اور ہرگز مومن نہیں کہلا سکتا۔ بعض لوگ کہتے ہیں۔ کہ ہم نے پولیس میں رپورٹ کی۔ مگر اس نے کوئی توجہ نہیں کی۔ یہ تو ایسی ہی بات ہے۔ جیسے اس قوم کے متعلق جو کبھی بزدلی میں ضرب المثل تھی۔ مگر آج پوری دلیری کا اظہار کر رہی ہے۔ مشہور ہے کہ اس کی فوج نے کہا تھا۔ ہم لڑائی پر تو جاتے ہیں۔ مگر ہمارے ساتھ پولیس کے سپاہی حفاظت کیلئے ضرور ہونے چاہئیں۔ اگر انگریز تمہارا پہریدار بن سکتا۔ تو وہ خود اپنی حفاظت ہی کیوں نہ کر لیتا۔ وہ آج خود

فسادات کی کثرت

کی وجہ سے ضعف و اختلال کا شکار ہو رہا ہے۔ اور اگر ایسا نہ بھی ہو تب بھی ہر ایک حکومت ملک میں نظام کو قائم رکھنے کے لئے رعایا کی امداد کی محتاج ہوا کرتی ہے۔ پس یہ خیال نہ کرو۔ کہ

انگریزی پولیس

توجہ نہیں کرتی۔ پولیس اس وقت خود خطرہ میں ہے۔ اور عین ممکن ہے کہ وہ تمہارے مقابلہ میں اپنے مخالفوں کا ساتھ دینے لگ جائے۔ پولیس کے اندر بھی غدار موجود ہیں۔ ادھر ایک شخص کی گرفتاری کے وارنٹ جاری ہونے کا مشورہ ہوتا ہے۔ اور ادھر اسے اطلاع ہو جاتی ہے پس یہ خیال مت کرو۔ کہ پولیس مدد کریگی۔ بلکہ اگر سارے علاقہ میں تم اکیلے ہو۔ تب بھی کسی سے خوف مت کھاؤ۔ آخر

ڈر کس بات کا ہے

زیادہ سے زیادہ موت کا۔ اور موت مومن کے جنت میں داخل ہونے کا دروازہ ہے۔ کیا اس کے کھلنے پر غم کرنا چاہئے کیا شادی کی دعوت پر کوئی شخص رویا کرتا ہے۔ اور کیا بادشاہ سے ملاقات کا موقعہ حاصل ہونے پر کوئی ملول ہوا کرتا ہے۔ یاد رکھو۔ جو شخص

خدا تعالیٰ سے ملنے کی دعوت

پر روتا ہے۔ وہ ہرگز مومن نہیں ہو سکتا۔ خدا تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ اپنی جانوں کی حفاظت کرو۔ اور اس لئے ہم کرتے ہیں۔ اسلام نے خودکشی سے روکا ہے۔ ورنہ میں سمجھتا ہوں۔ مومن خدا تعالیٰ سے ملنے کی آرزو میں خودکشیاں کر کے اپنی جانیں دیدیتے۔ تا جلد خدا تعالیٰ کے پاس جا سکیں۔ اور

جنت میں داخل

ہوں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی حضرت ضرار کا ایک واقعہ لکھا ہے۔ کہ ایک جنگ کے موقعہ پر ایک عیسائی پہلوان نے مسلمانوں کے بہت سے بہادر اور جنگجو شہید کر دئے۔ آخر یہ اس کے مقابلے کے لئے نکلے۔ لیکن جب اس کے سامنے ہوئے۔ تو فوراً بھاگ کر واپس آ گئے۔ اس پر عیسائیوں نے فتح مندی کا نعرہ لگایا۔ اور

مسلمانوں پر افسردگی

چھا گئی۔ کہ اس قدر زبردست سپاہی اور پھر صحابی میدان سے بھاگ نکلا۔ ایک دوسرے صحابی ان کے پیچھے گئے۔ جب خیمے کے پاس پہونچے۔ تو

حضرت ضرار

خیمہ سے باہر نکل رہے تھے۔ انہوں نے بھاگ آنے کی وجہ دریافت کی۔ تو آپ نے جواب دیا۔ اصل بات یہ ہے کہ میں عام طور پر زرہ کے بغیر لڑتا ہوں۔ لیکن آج اتفاقاً میرے بدن پر زرہ تھی۔ میں نے سوچا کہ اگر آج مارا گیا۔ تو خدا تعالیٰ کو کیا جواب دوں گا۔ کیا وہ یہ نہ پوچھیگا۔ کہ کیا تو نے اس واسطے زرہ نہیں رکھی تھی۔ کہ تیرا مخالف زبردست اور طاقتور تھا۔ اور تو ڈرتا تھا کہ کہیں اس کے ہاتھ سے مارا نہ جاؤں۔ اسی خیال کے آنے پر میں بھاگا اور آ کر زرہ اتار دی اور اب پھر میدان میں جا رہا ہوں۔ پس

یاد رکھو

جس دن تک تم انگریز۔ کانگرس۔ یا دوسرے مخالفین سے خواہ کس قدر زبردست کیوں نہ ہوں۔ ڈرتے رہو گے۔ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتے۔ بلکہ مشرک رہو گے۔ اور

تمہارا ٹھکانہ

جنت نہیں جہنم میں ہو گا۔ لیکن جس دن تمہارے دلوں سے فوج۔ پولیس۔ مالدار لوگوں۔ اور دوسرے فتنہ انگیز مفسد طبقات کا ڈر اور خوف نکل گیا۔ اور جس دن تم

اکیلے خدا تعالیٰ کی راہ میں

جان دینے کو خوش نصیبی اور موت کو راحت کا پیغام سمجھنے لگے اور نفس کی حفاظت صرف حکم الٰہی کی تعمیل میں کرنے لگ گئے۔ اس دن اور صرف اس دن تم ایمان کے رستہ پر چلنے والے ہو گے۔ لیکن نہ کسی انسان سے ڈرو اور نہ کسی حکومت سے میں صرف یہی نہیں کہتا کہ کانگرس سے نہ ڈرو۔ بلکہ یہ بھی کہتا ہوں کہ

انگریزی حکومت سے بھی قطعاً نہ ڈرو

کیونکہ جو کسی حکومت سے بھی ڈرتا ہے وہ بھی مشرک ہے اور ہرگز ہرگز بخشش کے قابل نہیں۔ مجھے اس بات کا

سخت افسوس

ہے کہ احراریوں کی طرف سے پچھلے دنوں مخالفت اور ہمارے خلاف شرارت کی جو رو پیدا کی گئی۔ اس میں بعض لوگوں نے باوجود توجہ دلانے کے بزدلی کا اظہار کیا حالانکہ یہ

سلسلہ کی عزت اور وقار

کی حفاظت کا سوال تھا۔ ان لوگوں کی طرف سے ماتمی جلوس نکالے گئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ناپاک گالیاں دی گئیں اور طرح طرح کی شرارتوں سے کام لیا گیا۔ لیکن ہماری جماعت کے بعض لوگ خاموش رہے۔ حالانکہ چاہئے تھا کہ ان دنوں میں تبلیغ کو اور زیادہ کر دیتے۔ اور دشمنوں پر ثابت کر دیتے۔ کہ ہم کسی ڈر یا خوف کی وجہ سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نام کو ترک نہیں کر سکتے۔ اور جتنی زیادہ شرارت ان کی طرف سے ہوتی۔ اتنا ہی زیادہ احباب جماعت کو

تبلیغ میں کوشش

کرنی چاہئیے تھی۔ افسوس کہ بعض دوستوں نے اس موقعہ پر اچھا نمونہ نہیں دیا۔

راولپنڈی میں

بھی بہت شور تھا۔ وہاں کی جماعت نے اچھا نمونہ پیش کیا لیکن

لم کی جماعت

کے ایک حصہ نے بزدلی دکھائی۔ اور

سیالکوٹ میں بھی

بعض لوگوں نے بزدلی سے کام لیا۔ مومن کا کام یہ ہے کہ جس قدر دشمن شرارت میں بڑھے۔ وہ بھی اپنے مشن کو پھیلانے کے لئے اپنی کوشش بڑھائے۔ جب وہ ماتمی جلوس نکالیں ہر احمدی کو چاہئیے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پیغام زیادہ جوش کے ساتھ پہنچانا شروع کر دے۔ تا ان کو معلوم ہو سکے۔ کہ ہم مرعوب ہونے اور دبنے والے نہیں ہیں۔ ان جماعتوں کا فرض تھا کہ ان دنوں بازاروں اور گلی کوچوں میں

دیوار

معروف تبلیغ رہتے۔ ان سے خون بہ رہا ہوتا۔ بدن لہولہان ہوتا۔ اور ہڈیاں چور چور۔ مگر وہ برابر تبلیغ سلسلہ میں مصروف نظر آتے۔ اس طرح دشمنوں پر ثابت کر دیتے۔ کہ

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پہلوان

بزدل نہیں ہیں اگر پہلے سر پر پگڑیاں رکھ کر تبلیغ کرتے تھے۔ تو ان دنوں مزار کی طرح ننگے سر نکلتے۔ لیکن اگر وہ پہلے واقف نہ تھے۔ تو

آج سن لیں

کہ انہیں ایسا نمونہ دکھانا چاہیئے۔ تا خدا تعالیٰ کے فضلوں کے وارث ہو سکیں۔ مومن کو ہرگز کسی سے نہیں ڈرنا چاہیئے۔ اور ہرگز یہ خیال بھی نہیں کرنا چاہیئے۔ کہ کانگرسی زبردست ہیں۔ اس کے علاوہ

مسلمانوں کے حقوق

کے حصول کا سوال ہے۔ جہاں ہمارا یہ فرض ہے کہ قیام امن کے لئے حکومت کو مدد دیں۔ خواہ وہ ہمارے ساتھ کچھ کرے۔ اور اس خیال سے دیں۔ کہ یہ خدا کا حکم ہے۔ وہاں یہ بھی فرض ہے۔ مسلمانوں کی بھی خدمت کریں۔ جوں وقت ذلیل ہو رہے ہیں۔ اور

حصول حقوق کے لئے

ہر قربانی کرنے پر آمادہ رہیں۔ یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ہر فتنہ کو دور کرنے کے لئے راستے رکھے ہیں۔ ہر ایسے رستے موجود ہیں۔ کہ بغیر قانون شکنی کے ظالم سے مظلوم انسان سے بھی اپنا حق انسان لے سکے۔ بعض قانون ایسے ہیں۔ کہ خدا تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔ کہ انہیں نہ مانا جائے۔ اگر کوئی حکومت اگر یہ کہے۔ کہ نماز نہ پڑھو۔ تو ہم ہرگز تسلیم نہ کریں گے۔ مگر بعض ایسے مسائل ہیں جو جواز کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان میں مقابلہ تو کرنا چاہیئے۔ مگر

نافرمانی کی ضرورت نہیں

مثلاً حکومت اگر یہ فیصلہ کر دے کہ ایک سے زیادہ بیاں نہ کی جائیں۔ تو ہمارا فرض ہے کہ اس کا مقابلہ کریں۔ مگر یہ مناسب نہیں۔ کہ ہم دو شادیاں کر کے اس کی خلاف ورزی کریں۔ لیکن بعض احکام ایسے ہیں کہ ان کی ضرور

نافرمانی کرنی پڑتی ہے

مثلاً اگر کوئی حکومت حکم دے کہ روزہ نہ رکھو۔ یا نہ کرو۔ تو ہم اگرچہ اس سے لڑیں گے نہیں۔ لیکن اس حکم کی نافرمانی ضرور کریں گے۔ مکہ والے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو عبادت الٰہی سے روکتے تھے۔ اور اگرچہ آپ مقابلہ نہ کرتے۔ لیکن نمازیں برابر پڑھتے تھے۔ اسی طرح ہے اگر حکومت اس سے روکے تو اگرچہ اس کے آگے ہم تلوار نہیں اٹھائیں گے۔ لیکن تبلیغ ضرور کریں گے۔ اور ایسے احکام اگر انگریزی حکومت دے۔ تو ہم ان کی نافرمانی کریں گے۔ لیکن یہاں کوئی ایسا قانون نہیں۔ کہ

سول نافرمانی کو جائز

سمجھا جا سکے۔ ہاں

کشمیر میں

ایسے قوانین ہیں۔ مثلاً یہ کہ انجمنیں نہ بناؤ۔ اور یہ ایسی ہی بات ہے جیسے کہا جائے۔ کسی ایک شخص کے ہاتھ پر بیعت مت کرو۔ پھر تقریر کی ممانعت ہے۔ اور اس کے معنے دوسرے الفاظ میں یہی ہیں۔ کہ تبلیغ نہ کرو۔ پھر اخبارات نکالنے کی آزادی نہیں۔ حالانکہ یہ بھی تبلیغ کا ذریعہ ہے۔ حکومت پابندیاں تو عائد کر سکتی ہے۔ جیسے مثلاً تقریر کرنی ہو۔ تو اطلاع دیدی جائے تاکہ ہمارے آدمی وہاں موجود ہوں۔ یا یہ کہ شارع عام پر تقریر نہ کی جائے۔ لیکن یہ نہیں کہ تقریر کرو ہی نہیں۔ یا یہ کہ اخبار جاری ہی نہ کرو۔ اور ایسے قوانین کی

خلاف ورزی ہونی چاہیئے

اور جب موقعہ آئیگا۔ ہم کشمیر کے لوگوں کو ایسا کرنے کا مشورہ دیں گے۔ لیکن انگریزی حکومت میں چونکہ انسانی ابتدائی حقوق کے خلاف کوئی قانون نہیں اس کے احکام کے خلاف سول نافرمانی جائز نہیں۔

کشمیر میں زمین کا لگان

دینے کے متعلق ہمارا یہی خیال ہے کہ رعایا کو ضرور لگان دینا چاہیئے اور اس سے انکار کسی جگہ بھی جائز نہیں۔ لگان وصول کرنا ہر حکومت کا حق ہے۔ حضرت مسیح علیہ السلام سے پوچھا گیا۔ کہ جب آپ کہتے ہیں۔ میں بادشاہ ہوں۔ تو کیا ہم روم والوں کو واجبات دینا بند کر دیں۔ آپ نے فرمایا نہیں۔ جو قیصر کا ہے وہ اسے دو اور جو میرا ہے مجھے دو۔ گویا آپ کی مراد یہ تھی۔ کہ زمین کا لگان وغیرہ تو اہل روم ہی کو دو۔ لیکن چندہ وغیرہ اور دین کی خاطر قربانیاں میرے ذریعہ کرو۔ بلکہ انہوں نے لطیفہ کے طور پر کہا۔ کہ سکہ پر کس کی تصویر ہے۔ جواب دیا گیا۔ روم کے بادشاہ کی۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ پھر جو روم کا ہے اسے دو پس

مالیہ نہ دینا

ناجائز ہے۔ خواہ حکومت کتنی ہی ظالم کیوں نہ ہو۔ خوب یاد رکھو۔ جو حکومت رعایا کا آخری پیسہ بھی وصول کر لیتی ہے۔ وہ خود بھی تباہ ہو جاتی ہے۔ ہاں جس شخص سے حکومت آخری پیسہ لے لیتی ہے۔ اور پھر دینے کے لئے اس کے پاس کچھ نہیں رہتا۔ تو لایکلف اللہ نفساً کے ماتحت وہ معذور ہے اور تب اگر وہ دن آئے۔ کہ حکومت کپڑے اتار لے اور بیل وغیرہ بیچ دے۔ جیسا کہ حکومت کشمیر نے میرپور کے علاقہ میں کیا ہے۔ تو وہ یقیناً تباہ ہو کر رہے گی۔ وہ

درندہ اور وحشی حکومت

جو زمیندار کے بیل وغیرہ بھی چھین لیتی ہے۔ وہ ضرور تباہ ہو کر رہے گی۔ اور حکومت برطانیہ کی فوجیں۔ توپیں۔ اور ہوائی جہاز بلکہ تمام دنیا کی حکومتیں مل کر بھی اسے بچا نہیں سکتیں۔ وہ ہرگز ہرگز

دنیا میں رہنے کے قابل

نہیں۔ اور اسی وجہ سے اگر حکومت کشمیر اس وحشت اور ظلم سے باز نہ آئیگی۔ تو یقیناً اس کی رعایا برباد ہو کر خود اسے بھی برباد کر دے گی۔ کونسا مہاراجہ ہے جو ویرانہ پر حکومت کر سکے۔ پس باوجودیکہ ہمارا عقیدہ یہی ہے کہ کسی کا حق نہیں کہ حکومت کو ٹیکس نہ ادا کرے۔ اور جو ایسا کرتا ہے وہ باغی ہے۔ دوسرے کاموں میں ہم اس سے ہمدردی کا اظہار کریں گے۔ لیکن اس معاملہ میں ہرگز اس کے ساتھ شریک نہیں ہوں گے۔ میں یہ ضرور کہوں گا۔ کہ

مفلوک الحال اور قلاش

زمینداروں کو تنگ کرنا اپنی تباہی کا باعث ہے۔ ہندوستان کے لئے حقوق طلبی میں ہم کسی سے پیچھے نہیں۔ اگر جائز طور پر حکومت کا مقابلہ کیا جائے۔ تو ہم

گاندھی جی کے دوش بدوش

کام کرنے کو تیار ہیں۔ لیکن ناجائز طریق اگر ہمارا بھائی بھی اختیار کرے۔ تو ہم اسے صاف کہہ دیں گے۔ کہ تم بے شک ہمارے بھائی ہو۔ لیکن اس معاملہ میں ہم تمہارا ساتھ نہیں دے سکتے۔ پس اس امتیاز کو سمجھو اور دونوں فتنوں کا دلیری کے ساتھ مقابلہ کرو۔ پھر

صوبہ سرحد میں

معلوم ہوا ہے۔ کہ بعض افسروں نے بہت زیادتیاں کی ہیں۔ حکومت ہند کے وہ وزیر جو اس محکمہ کے انچارج ہیں۔ ان سے میں ذاتی طور پر واقف ہوں اور میری ان سے متعدد بار ملاقات ہو چکی ہے۔ میں نے دیکھا ہے کہ جب کبھی ان کو کسی نقص کی طرف توجہ دلائی گئی۔ انہوں نے اس پر ضرور توجہ کی ہے۔ وہ

غیر معمولی طور پر شریف آدمی

ہیں۔ اور مجھے یقین ہے کہ اب بھی علم ہونے کے بعد وہ ضرور مظلوموں کے ساتھ ہمدردانہ سلوک کریں گے۔ اور ان کے مصائب کے ازالہ کی کوشش کریں گے۔ اور ہم خود بھی

جائز وسائل

سے اپنے سرحدی بھائیوں کی ہر طرح امداد کے لئے تیار ہیں خواہ سرخ پوشوں کے افعال و حرکات سے ہمیں اختلاف ہی کیوں نہ ہو۔ ہمارے خیال کے مطابق

سرخ پوش تحریک

جائز نہیں۔ مگر پھر بھی وہاں کے مظلوموں کے ساتھ ہمیں ہمدردی ہے

مجھے افسوس ہے۔ کہ حکومت کے بعض افسروں کی طرف سے وہاں بہت زیادتیاں کی گئی ہیں۔ گو میں یقین رکھتا ہوں کہ اعلیٰ افسر نہیں بلکہ ادنیٰ افسروں کی طرف سے ہی ایسا ہوتا ہے۔ مگر آخری ذمہ داری اعلیٰ افسروں پر ہی آتی ہے۔ اور مجھے امید ہے کہ ان حالات کا علم ہونے کے بعد حکومت ان کے ازالہ کی کوشش کریگی۔ اور ہر وہ مسلمان جو ان کی کسی نہ کسی طرح مدد کر سکتا ہو۔ اس سے دریغ نہ کریگا۔ میں اپنے

سرحدی بھائیوں سے

بھی درخواست کروں گا کہ وہ ایسی حرکات نہ کریں جن سے امن میں خلل واقع ہو۔ اس وقت وہاں ریفارم سکیم نافذ کی جا رہی ہے اس لئے خصوصیت کے ساتھ اس وقت وہاں پر امن فضاء کی ضرورت ہے پس مختصر یہ ہے کہ جس جس رنگ میں کوئی ملک و قوم کی خدمت کر سکے۔ ضرور کرے بیشک سرکاری ملازم جلسوں وغیرہ میں شامل نہیں ہو سکتے۔ ان کے لئے خدمت کا یہ طریق ہے۔ کہ وہ حکومت کے ذمہ وار ارکان کے سامنے صحیح واقعات رکھدیا کریں۔ خواہ وہ حالات حکومت کے خلاف ہوں یا پبلک کے۔ میں نے دیکھا ہے پولیس والے جھوٹی رپورٹیں کرتے رہتے ہیں۔ یہ

حکومت سے دشمنی

ہے۔ چاہئیے کہ جو صحیح بات ہو پیش کر دی جائے۔ اس سے کوئی حاکم ناراض نہیں ہو سکتا۔ بلکہ انصاف والا افسر تو اس کی قدر کریگا۔ باقی لوگ جو ملازم نہیں۔ وہ جائز حقوق کے حصول کے لئے کوشش کریں لیکن ساتھ ہی

کانگرس اور انارکسٹوں کا مقابلہ

بھی بغیر کسی ڈر اور لالچ کے کریں۔ اور مسلمانوں کے حقوق حاصل ہونے کیلئے بھی جو خدمت ان سے ہو سکے کرتے رہیں۔ لیکن اس قدر احتیاط ضرور کی جائے۔ کہ جس کام میں ہم شریک ہوں۔ بہ حیثیت جماعت ہوں انفرادی طور پر نہیں۔ اور مالی امداد بھی اسی طرح دی جائے۔ میں امید کرتا ہوں۔ اس قدر وضاحت میں نے کر دی ہے کہ موجودہ سیاسی حالات کے متعلق جب تک کہ یہ تبدیل نہ ہو جائیں۔

جماعت کی رہنمائی

بخوبی ہو سکیگی۔ آخر میں میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں۔ کہ ہمیں ایسی توفیق عطا فرمائے۔ کہ ہم دنیا میں صرف اسی سے ڈرنے والے ہوں۔ اور ہمارے دلوں پر اس کے سوا کسی اور کا خوف نہ ہو۔ ہمارا ہر قدم اخلاص میں ترقی کا موجب ہو۔ ہمارا احسان صرف احمدیوں تک ہی محدود نہ ہو۔ بلکہ

خدا کی رحمت

کی طرح ہر اپنا بیگانہ اور قریب و بعید اس سے فائدہ اٹھا سکے۔ ہماری سب نیکیاں اللہ تعالیٰ کے لئے ہوں۔ اور اسی کے قرب کے حصول میں کامیاب ہو سکیں۔ حتی کہ وہ ہم سے راضی ہو جائے۔ اور ہم...

نوٹس ضروری

دفتر زمیندارہ بنک قادیان ضلع گورداسپور کا اعلان

میں اس سے پہلے کے اخبار میں ایک اعلان شائع کر چکا ہوں۔ اب پھر اس کے متعلق عرض ہے۔ کہ مندرجہ ذیل ممبران بنک اس بنک سے قرض لیکر نامعلوم وجہ سے عدم پتہ ہیں۔

ولی محمد ولد محمد خلیل صاحب بیناری فروش تھے۔

اللہ دتا ولد محمد رمضان لکڑی کی دوکان کرتے تھے۔

لال خاں ولد محمد فضل خاں پرچون کی دوکان کرتے تھے

ان کے ذمہ بنک کا قرضہ ہے۔ مہربانی کر کے یہ صاحب خود بخود اپنے ذمہ کا قرضہ جلد سے جلد ادا کریں۔ تاکہ کسی قسم کی مزید کارروائی دفتر کو نہ کرنی پڑے

خادم محمد ابراہیم

سکرٹری زمیندارہ بنک قادیان

ہندوستان اور ممالک غیر کی خبریں

— لوٹقلین کمیٹی کی سپیشل ٹرین کو اڑا دینے کے لئے جو افواہیں دہلی میں پھیلی ہوئی تھیں۔ ان کے متعلق سرکاری حلقوں سے معلوم ہوا ہے۔ کہ ریلوے کے پی۔ ڈبلیو سٹاف نے نیو دہلی اور نظام الدین ریلوے سٹیشنوں کے درمیان ریلوے لائن پر زرد رنگ کے کچھ نشانات دیکھے۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ لائن اڑانے کے لئے جو آتش گیر مادہ استعمال کیا گیا۔ وہ نہایت کمزور تھا۔ اس سلسلہ میں مزید تفتیش کی جا رہی ہے۔

— ہندو مہا سبھا نے ۱۴ فروری کو کشمیر اور جموں ڈے منانے کا اعلان کیا ہے۔ ہندو سکھوں کو بھی اس میں شریک کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

— گوجرانوالہ کی میونسپل کمیٹی نے ملک لال خاں کی تحریک پر علاقہ میرپور کے ہندوؤں کی امداد کے لئے جو گوجرانوالہ آئے ہوئے ہیں۔ پانچ سو روپیہ منظور کیا۔

— ملاپ (۱۰ فروری) کا بیان ہے۔ کہ پونچھ کے علاقہ میں بھی مسلمانوں پر گولی چلائی گئی ہے۔

— ہندو اخبارات میں مسلمانان ریاست جموں پر جو جھوٹے الزامات لگائے جا رہے ہیں۔ ان میں حال میں یہ اضافہ کیا گیا ہے۔ کہ مسلمانوں نے کئی ایک ہندو اور سکھ عورتوں سے نکاح کر لئے ہیں۔

— امرتسر کے ڈاک خانہ میں ایک مشتبہ پارسل پر پولیس نے قبضہ کر کے جب اسے کھولا۔ تو پانچ بم برآمد ہوئے۔

— شنگھائی ۸ فروری۔ شام کو نہایت ہی ہولناک گولہ باری شروع ہو گئی۔ ۳ گھنٹہ سے زیادہ عرصہ تک مشین گنوں کی تڑاتڑ اور توپوں کی گرج جاری رہی۔ چینی افواج جاپانیوں کو پیچھے ہٹا رہی ہیں۔ چینیوں نے وو سنگ کی بڑی دلیری کے ساتھ مدافعت کی۔ اور شنگھائی سے جاپانی تباہ کن ہوائی جہازوں اور مسلح کاروں پر گولہ باری کی۔ برطانی کمانڈر انچیف مقیم چین نے مصالحت کی کارروائی شروع کر دی ہے۔ شنگھائی میں جاپانیوں کی سرگرمیوں سے چین کے تمام مختلف الخیال جرنیلوں میں اتحاد ہو گیا۔ شمالی چین کی چینی افواج منچوریا کو دوبارہ حاصل کرنے کے لئے جمع ہو رہی ہیں۔

— دہلی ۸ فروری:۔ سر ایڈورڈ گر سوڈ بیئر چیف جسٹس الہ آباد ۱۶ مارچ سے اپنے عہدہ سے مستعفی ہو گئے ہیں۔ ان کی جگہ مسٹر جسٹس شاہ محمد سلیمان عدالت عالیہ الہ آباد کے چیف جسٹس مقرر کئے گئے ہیں۔

— سری نگر ۹ فروری:۔ یہ پہلا موقعہ ہے۔ کہ میر واعظ یوسف شاہ اور میر واعظ ہمدانی کے معتقدوں نے جامع مسجد اور عیدگاہ میں علیحدہ علیحدہ نماز ادا کی۔ مجسٹریٹ۔ پولیس اور فوج موقعہ پر موجود تھی۔ سری نگر جموں اور مضافات میں عید امن و امان سے گذر گئی۔

— پشاور۔ ۹ فروری:۔ چیف کمشنر شمال مغربی سرحدی صوبہ نے ایک بیان شائع کیا ہے۔ جس میں لکھا ہے کہ ضلع پشاور کے مختلف اضلاع سے موصول شدہ اطلاعات سے واضح ہوتا ہے کہ لوگوں میں کانگرس سے علیحدگی اختیار کرنے اور پھر حکومت سے تعاون کرنے کے متعلق کس طرح متواتر خواہش پیدا ہو رہی ہے۔ علاقہ پشاور کے متعدد دیہات سے درخواستیں موصول ہوئی ہیں جن میں آئندہ سرخپوشوں کی تحریک میں حصہ نہ لینے کا وعدہ اور گذشتہ شمولیت پر اظہار افسوس کیا گیا ہے۔ ۳۱ جنوری کو موضع یار حسین کے سرخ پوشوں نے سرخپوشوں کے کپڑوں کے نوے جوڑے خود بخود لا کر پولیس سٹیشن میں پہنچا دئے۔

— چنیوٹ ۔ ۷ فروری گذشتہ ہندو مسلم فساد کے بعد ہندوؤں نے اپنی دولت اور اثر و رسوخ سے جو غلط پروپیگنڈا پھیلا رکھا تھا۔ اور جو بناوٹی اور جعلی کارروائیاں کر رکھی تھیں۔ وہ اپنا رنگ لا رہی ہیں۔ حکام تفتیش بے گناہ مسلمانوں کے خلاف علانیہ جبر و تشدد کر رہے ہیں۔ مسلمان باوجود بے گناہ ہونے کے تختہ مشق مظالم بنے ہوئے ہیں۔ آج نو سرگردہ بے گناہ مسلمانوں کو گرفتار کر کے چالان کر دیا گیا ہے۔

— بمبئی ۸ فروری:۔ ایک سرکاری اعلان شائع ہوا ہے جس میں لکھا ہے۔ ملک معظم کی رعایا کے کسی وفادار اور قانون پسند شخص کو ذرا بھی خوف نہیں کرنا چاہئے کہ تازہ اختیارات کو اس کے خلاف استعمال کیا جائے گا نیز اعلان میں لکھا ہے۔ کہ سودیشی مال کی ساخت اور استعمال کے متعلق حکومت کسی شخص یا کسی جماعت کی دیانتدارانہ خواہش میں مداخلت کرنا نہیں چاہتی۔ اور نہ کسی شخص یا جماعت کے کاروبار کرنے یا نہ کرنے کے حق پر پابندی عاید کرنا چاہتی ہے۔

— لکھنؤ ۔ ۹ فروری۔ ہندوستانی فرنچائز کمیٹی نے آج لکھنؤ کے قریب دیہات کا دورہ کیا۔ پراونشل کمیٹی کے ارکان بھی ہمراہ تھے۔ ارکان نے ہندوستانی دیہات کے دستور کے مطابق گاؤں کے درخت کے نیچے بیٹھ کر بحث و تمحیص کی۔ جہاں دیہاتیوں کا ہجوم فی الفور جمع ہو جاتا تھا۔

— پنجاب پراونشل فرنچائز کمیٹی نے اپنے دائرہ عمل کی متعدد نقول آراء لینے کی غرض سے مختلف اداروں کو ارسال کی ہیں۔ نیز اداروں اور اشخاص سے مطالبہ کیا گیا ہے۔ کہ وہ اس ضمن میں اپنی آراء تحریر کر کے فی الفور یکم مارچ سے پہلے پہلے سکرٹری گورنمنٹ پنجاب ریفارمز ڈیپارٹمنٹ لاہور کے نام ارسال کر دیں۔

مسلمانانِ کشمیر کی ماتمی عید

رہنماؤں کی گرفتاری اور آرڈی ننسوں کے خلاف احتجاج

سری نگر ۹ فروری ۳۲ء۔ جناب محمد یوسف صاحب بی۔ اے۔ سری نگر سے بذریعہ تار مطلع فرماتے ہیں۔ کہ مسلمانوں نے اپنے رہنماؤں کی گرفتاری اور آرڈی ننسوں کے خلاف بطور پروٹسٹ عید کے دن گوشت اور اچھی غذائیں استعمال نہ کیں۔

ریاست کشمیر کے تشدد میں روز افزوں اضافہ

مزید نمائندوں کی گرفتاریاں

سری نگر ۱۰ فروری۔ سری نگر کا ایک خاص تار مظہر ہے۔ کہ آج مسٹر نذیر احمد۔ میاں محمد یوسف صاحب بی۔ اے اور مفتی جلال الدین گرفتار کر لئے گئے۔ دفتر پتھر مسجد اور مولوی محمد عبداللہ صاحب وکیل کے مکان کی تلاشی لی گئی۔ کاغذات کے بنڈلوں کے بنڈل ضبط کر لئے گئے۔

عبدالرحمٰن قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھاپ کر مالکان کے لئے قادیان سے شائع کیا